بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ

پ المعارج آیت ۳۳

شہادتِ ولایتِ علی علیہ السلام

اثباتِ کلمہ

عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہ

تالیف

مولانا نذر حسین قمر لاہور

شہادت ولایت علی علیہ السلام

مولانا نذر حسین قمر - لاہور

ادارہ پیامِ حق، امام بارگاہ باب العلم، نشاط کالونی لاہور کینٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ○

پ ۲۹ المعارج آیت ۳۳

شہادتِ ولایتِ علی علیہ السلام

اثباتِ کلمہ

عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہ

تالیف

مولانا نذر حسین قمر - لاہور

ناشر

ادارہ پیام حق، امام بارگاہ باب العلم، نشاط کالونی لاہور کینٹ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب ـــــ شہادتِ ولایتِ علیؑ
مصنف ـــــ مولانا نذر حسین قمر
ناشر ـــــ ذوالفقار علی شیخ
مطبع ـــــ
بار اوّل ـــــ ۱۹۹۳ء
قیمت ـــــ Rs 100

ملنے کا پتہ

(۱) ـــ افتخار بک ڈپو، مین بازار، کرشن نگر، لاہور
(۲) ـــ مولانا نذر حسین قمر (مصنف) پوسٹ بکس نمبر ۹۱۴۸ لاہور
(۳) ـــ حق برادرز، انارکلی لاہور
(۴) ـــ کتاب نگر، حسن آرکیڈ، ملتان صدر

کتابت ـــ غلام حسین حسرت کیلیانوالہ، گوجرانوالہ

[redacted]

الفہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	بارگاہِ ولایت میں	۴
۲	ماخذ	۱۴
۳	سببِ تالیف	۲۰
۴	ولایت کا لغوی معنی	۲۶
۵	ولی بمعنی دوست	۳۰
۶	ولی بمعنی ناصر	۳۱
۷	ولی بمعنی وارث	۳۱
۸	ولی بمعنی سرپرست	۳۳
۹	ولی بمعنی متصرف	۳۳
۱۰	حضرت علیؑ کا حقِ تصرف	۳۴
۱۱	درجاتِ ولایت	۳۰
۱۲	ولایتِ تکوینی	۴۰
۱۳	ولایتِ تصرف کی تشریح	۴۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۴	حضرت عیسیٰؑ کا تصرف — اور مردہ کو زندہ کرنا	۴۶
۱۵	معنیٔ اذن	۴۹
۱۶	ولایتِ انبیاء اور ولایتِ علیؑ	۵۴
	تصرف ولی کی مثالیں	۵۷
(i)	ہوا پر تصرف	۵۸
(ii)	موت و حیات پر تصرف	۶۰
(iii)	تبدیلیٔ انواع پر تصرف	۶۵
(iv)	تصویر کو شیر بنانا	۶۷
(v)	ارضی وسعتوں پر تصرف	۶۹
(vi)	ارض و سماء پر تصرف	۷۲
(vii)	بادلوں پر تصرف	۷۶
(viii)	سیارگان پر تصرف	۷۷
(ix)	ملائکہ پر تصرف	۷۷
	قرآن اور ولایتِ علیؑ	۸۲
۱۷	تکمیلِ دین اور ولایتِ علیؑ	۸۴
۱۸	صحائف میں ولایتِ علیؑ	۸۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۹	بعثتِ انبیاء ولایتِ علیؑ پر	۸۵
۲۰	جُمعہ کی وجہِ تسمیہ	۸۷
۲۱	اوفوا بعہدی سے مراد	۸۸
۲۲	ایمان و عمل بغیر ولایتِ علی نامقبول	۸۸
۲۳	الست بربکم اور ولایتِ علیؑ	۹۲
۲۴	الحسنہ سے مراد ولایتِ علیؑ	۹۴
۲۵	میثاقِ انبیاء اور ولایتِ علیؑ	۹۵
۲۶	واعتصموا بحبل اللہ سے مراد ولایتِ علیؑ	۹۶
۲۷	نبأ عظیم سے مراد ولایتِ علیؑ	۹۷
۲۸	نہر سے مراد ولایتِ علیؑ	۹۹
۲۹	استقامت سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۰۰
۳۰	انہم مسئولون سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۰۱
۳۱	تمسک سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۰۲
۳۲	فطرس الناس سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۰۴
۳۳	ہدایت سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۰۶
۳۴	واسئل سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۰۸
۳۵	عہد سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۰۹
۳۶	"نزل" سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۱۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۴	حضرت عیسیٰؑ کا تصرف — اور مردہ کو زندہ کرنا	۴۶
۱۵	معنئ اذن	۴۹
۱۶	ولایتِ انبیاء اور ولایتِ علیؑ	۵۴
	تصرف ولی کی مثالیں	۵۷
(i)	ہوا پر تصرف	۵۸
(ii)	موت و حیات پر تصرف	۶۰
(iii)	تبدیلئ انواع پر تصرف	۶۵
(iv)	تصویر کو شیر بنانا	۶۷
(v)	ارضی وسعتوں پر تصرف	۶۹
(vi)	ارض و سماء پر تصرف	۷۲
(vii)	بادلوں پر تصرف	۷۶
(viii)	سیّارگان پر تصرف	۷۷
(ix)	ملائکہ پر تصرف	۷۷
	قرآن اور ولایتِ علیؑ	۸۲
۱۷	تکمیلِ دین اور ولایتِ علیؑ	۸۴
۱۸	صحائف میں ولایت علیؑ	۸۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۹	بعثتِ انبیاء ولایت علیؑ پر	۸۵
۲۰	جُمعہ کی وجہ تسمیہ	۸۷
۲۱	اوفوا بعهدی سے مراد	۸۸
۲۲	ایمان و عمل بغیر ولایتِ علی نامقبول	۸۸
۲۳	الست بربکم اور ولایت علیؑ	۹۲
۲۴	الحسنہ سے مراد ولایت علیؑ	۹۴
۲۵	میثاقِ انبیاء اور ولایت علیؑ	۹۵
۲۶	وَاعتصموا بحبل اللہ سے مراد ولایتِ علیؑ	۹۶
۲۷	نبأ عظیم سے مراد ولایت علیؑ	۹۷
۲۸	نهر سے مراد ولایتِ علیؑ	۹۹
۲۹	استقامت سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۰۰
۳۰	انهم مسئلون سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۰۱
۳۱	تمسک سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۰۲
۳۲	فطرس الناس سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۰۴
۳۳	ہدایت سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۰۶
۳۴	واسئل سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۰۸
۳۵	عهد سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۰۹
۳۶	"نزل" سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۱۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۷	یُوفون بالنذر سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۱۲
۳۸	سلم کافۃ سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۱۳
۳۹	تذکرہ سے مراد ولایتِ علیؑ	۱۱۴
	اہمیّتِ ولایتِ علیؑ	۱۱۵
۴۰	حضرت یونسؑ اور ولایت علیؑ	۱۱۶
۴۱	ایمان بغیر ولایت علیؑ کچھ نہیں	۱۱۸
۴۲	ولایتِ علیؑ ولایتِ خدا ہے	۱۱۸
۴۳	کوئی عمل بغیر ولایتِ علیؑ قبول نہیں	۱۱۹
۴۴	حضورؐ مامور ہیں تبلیغ ولایتِ علیؑ پر	۱۲۰
۴۵	توحید بغیر ولایت علیؑ نامقبول	۱۲۰
	کلمۂ ولایتِ علیؑ کی ہمہ گیری	۱۲۲
۴۶	وہ کلمہ جو لوحِ محفوظ پر لکھا گیا	۱۲۳
۴۷	وہ کلمہ جو عرش پر مرقوم ہے	۱۲۳
۴۸	وہ کلمہ جو ملائکہ کو تعلیم کیا گیا	۲۴
۴۹	وہ کلمہ جو بوقت خلقت عرش فرشتوں نے پڑھا۔	۱۲۵
۵۰	وہ کلمہ جو بوقتِ خلقت ارض و سماء پڑھا گیا۔	۱۲۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۱	وہ کلمہ جو محمود فرشتہ کے شانوں پر منقوش ہے	۱۲۶
۵۲	وہ کلمہ جو جبرائیل کے پروں پر رقم ہے	۱۲۸
۵۳	وہ کلمہ جو بابِ جنت پر نقش ہے۔	۱۲۸
۵۴	وہ کلمہ جو دیگر ابواب جنت پر لکھا گیا ہے۔	۱۲۹
۵۵	وہ کلمہ جو عالمِ ذر میں پڑھا گیا	۱۳۰
۵۶	وہ کلمہ جو انگشتریٔ آدمؑ پر نقش تھا۔	۱۳۱
۵۷	وہ کلمہ جو سام بن نوح نے پڑھا	۱۳۱
۵۸	وہ کلمہ جو صحائف انبیاء میں موجود ہے	۱۳۲
۵۹	وہ کلمہ جو خود انبیاءؑ نے پڑھا۔	۱۳۳
۶۰	وہ کلمہ جو انگشتریٔ حضرت سلیمانؑ پر منقوش تھا	۱۳۴
۶۱	وہ کلمہ جو دورِ پیغمبرؐ میں پڑھا گیا	۱۳۵
۶۲	وہ کلمہ جو حضورؐ کی انگشتری پر نقش تھا	۱۳۹
۶۳	وہ کلمہ جو حضورؐ کے سامنے پڑھا گیا	۱۴۰
۶۴	وہ کلمہ جو حضرت علیؑ نے پڑھا۔	۱۴۲
۶۵	وہ کلمہ جو سیّدۃ النساء العالمین نے پڑھا۔	۱۴۳
۶۶	وہ کلمہ جو امام رضاؑ کے سامنے پڑھا گیا۔	۱۴۳
۶۷	وہ کلمہ جو امام زمانہؑ نے پڑھا۔	۱۴۵
۶۸	وہ کلمہ جو نصرانی نے پڑھا۔	۱۴۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۹	وہ کلمہ جو راہب نے پڑھا	۱۴۷
۷۰	وہ کلمہ جو محشر میں پڑھا جائے گا	۱۴۸
۷۱	وہ کلمہ جو دُنیا کی ہر شے پر لکھا ہے	۱۴۸
۷۲	کلمہ کا معنی	۱۵۰
۷۳	"الکلم الطیّب" سے مراد	۱۵۲
	اذان و اقامت میں شہادتِ ولایت	۱۵۳
۷۴	شہادتِ ولایت اور مجتہدین کا موقف	۱۵۴
۷۵	امیرالمومنینؑ خود اذان ہیں۔	۱۶۳
	تشہد میں شہادتِ ولایت	۱۶۵
۷۶	نماز کیا ہے	۱۶۷
۷۷	دو قسم کے نمازی	۱۶۸
۷۸	ایک اور آیت سے استدلال	۱۶۹
۷۹	حقیقت واضح ہوتی ہے۔	۱۷۰
۸۰	حضرت علیؑ ذکر اللہ ہیں۔	۱۸۰
۸۱	"الصّلوٰۃ" خود حضرت علیؑ ہیں۔	۱۸۱

الفہرست

باب

اہلِ سُنّت
اور
ولایتِ علیؑ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	قرآن اور ولایتِ علیؑ	۱۹۱
۲	ولایت مطلقہ اور حضرت علیؑ	۲۰۰
۳	اعتراضات اور ان کے جوابات	۲۰۶
	(i) پہلی مثال	۲۰۷
	(ii) دوسری مثال	۲۰۷
	(iii) تیسری مثال	۲۰۸
	(iv) چوتھی مثال	۲۰۸
	(v) پانچویں مثال	۲۰۹
	(vi) چھٹی مثال	۲۱۰
	(vii) ساتویں مثال	۲۱۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	(viiii) آٹھویں مثال	۲۱۱
	(ix) نویں مثال	۲۱۲
	(x) دسویں مثال	۲۱۲
۴	ولایتِ مطلقہ کا ایک اور ثبوت	۲۱۹
۵	حضور افضل العالمین ہیں	۲۲۰
۶	تصرف ولی کا ناطق ثبوت	۲۲۲
۷	ملائکہ نے عبادت انہی سے سیکھی	۲۲۳
۸	تصرف ولی کا قرآنی ثبوت	۲۲۴
	کلمہ ولایت علیؑ	۲۲۵
۹	بعثیت انبیاء ولایتِ علی پر	۲۲۷
۱۰	ہدایت سے مراد ولایت علی	۲۴۰
۱۱	عرش پر مکتوب کلمہ	۲۴۰
۱۲	باب جنت پر مرقوم کلمہ	۲۴۱
۱۳	جبرائیل کے پر پر رقم کلمہ	۲۴۲
۱۴	صرصائیل فرشتہ کے پروں پر لکھا گیا کلمہ	۲۴۳
۱۵	وہ کلمہ جو حضرت موسیٰ نے بدستِ خود لکھا	۲۴۴
۱۶	وہ کلمہ جس پر حضورؐ نے صحابہؓ سے بیعت لی۔	۲۴۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۷	وہ کلمہ جو زمانہ رسولؐ میں رائج تھا	۲۴۵
۱۸	وہ کلمہ حضرت مسلم بن عقیل نے پڑھا۔	۲۴۶
۱۹	ولایت علیؑ اور ابن عباس	۲۴۶
۲۰	وہ کلمہ جو راہب نے پڑھا	۲۴۷
۲۱	وہ کلمہ جس سے تمام گناہ معاف ہوتے ہیں	۲۴۹
۲۲	محشر میں ولایت علیؑ کا سوال	۲۵۰
۲۳	ولایت علی اور پُل صراط	۲۵۱
۲۴	وہ کلمہ جو لوائے حمد پر لکھا ہوگا	۲۵۲
۲۵	وہ کلمہ جو ابواب جنت پر مرقوم ہے	۲۵۳

ماخذ

شیعہ ماخذ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنّف
۱	صحیفۂ کاملہ	امام رابع حضرت علی بن الحسین علیہما السلام
۲	تفسیر فرات	علامہ فرات بن ابراہیم
۳	تفسیر العیاشی	علامہ ابو نضر محمد بن مسعود العیاشی
۴	تفسیر البرہان	علامہ السیّد ہاشم البحرانی
۵	تفسیر الصافی	علامہ محسن الفیض الکاشانی
۶	تفسیر مراۃ الانوار	علامہ ابی الحسن الشریف
۷	تفسیر لوامع التنزیل	علامہ ابو القاسم الحائری
۸	اصولِ کافی	علامہ محمد بن یعقوب الکلینی
۹	بصائر الدّرجات	علامہ ابو جعفر محمد بن الحسن الصفار
۱۰	بحار الانوار	علامہ محمد باقر المجلسی
۱۱	احتجاج الطبرسی	ابی منصور احمد بن علی الطبرسی
۱۲	شجرہ طوبیٰ	علامہ شیخ مہدی الحائری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنّف
۱۳	حدیقۃ الشیعہ	علامہ احمد بن محمد مقدس اردبیلی
۱۴	امالی صدوق	حضرت علامہ شیخ صدوق
۱۵	امالی مفید	علامہ محمد بن محمد المعروف بالشیخ مفید
۱۶	مدینۃ المعاجز	علامہ السیّد ہاشم البحرانی
۱۷	مختصر البصائر	علامہ شیخ حسن بن سلیمان حلی
۱۸	الاختصاص	علامہ شیخ مفید
۱۹	حق الیقین	علامہ السیّد عبداللہ شبّر رح
۲۰	ارشاد القلوب	علامہ ابی محمد حسن بن محمد دیلمیؒ
۲۱	الارشاد	علامہ شیخ مفید
۲۲	کفایت الموحدین	علامہ السیّد اسماعیل طبرسی نوری
۲۳	نفس الرحمٰن	علامہ مرزا حسین نوری
۲۴	کشف الیقین	علامہ حسن بن یوسف الحلی
۲۵	القطرہ	علامہ رضی الدّین احمد المستنبط
۲۶	الیقین	علامہ علی بن موسیٰ
۲۷	مشارق انوار الیقین	علامہ رجب البرسی ابی القاسم
۲۸	روضۃ الواعظین	علامہ شیخ محمد بن الفتّال نیشاپوری
۲۹	منتہی الاٰمال	علامہ شیخ عباس قمّی
۳۰	دلائل الامامۃ	ابی جعفر بن محمد بن جریر بن رستم الطبری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۳۱	رجال نجاشی	علامہ احمد بن علی النجاشی
۳۲	رجال مامقانی	علامہ مامقانی
۳۳	المبسوط	محقق جلیل علامہ شیخ طوسی
۳۴	انوار النعمانیہ	علامہ نعمت اللہ الجزائری
۳۵	الغنائم	آیۃ اللہ مرزا ابو القاسم القمی
۳۶	نجات العباد	آیۃ اللہ شیخ محمد حسن
۳۷	البرہان القاطع	علامہ السید علی بحر العلوم
۳۸	الوجیزہ	آیۃ اللہ السید محمد
۳۹	الفقہ	آیۃ اللہ مرزا محمد تقی شیرازی
۴۰	الذخیرہ	آیۃ اللہ السیّد زین العابدین حسین بروجردی
۴۱	توضیح المسائل	آیۃ اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم طباطبائی
۴۲	منتخب الرسائل	آیۃ اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم طباطبائی
۴۳	اوراد المومنین	علامہ سید مصطفٰے
۴۴	خلاصۃ الاقوال	علامہ حلیؒ (حسن بن یوسف)

سُنّی ماخذ

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	تفسیر کبیر	علامہ فخر الدین رازی
۲	تفسیر فتح القدیر	علامہ قاضی محمد بن علی شوکانی
۳	تفسیر خازن	علامہ علی بن محمد الخازن بغدادی
۴	تفسیر ابن کثیر	ابوالفدار اسماعیل بن عمر دمشقی
۵	تفسیر القرطبی	علامہ محمد بن احمد انصاری القرطبی
۶	تفسیر در منثور	علامہ حافظ جلال الدین السیوطی
۷	تفسیر الجامع الاحکام القرآن	حافظ ابو بکر الجصاص
۸	تفسیر الاتقان	علامہ حافظ جلال الدین السیوطی
۹	تفسیر احکام القرآن	ابو بکر احمد بن علی
۱۰	تفسیر البحر المحیط	علامہ احمد بن یوسف اُندلسی
۱۱	تفسیر اسباب النزول	ابو الحسن علی بن احمد نیشاپوری
۱۲	تفسیر الطبری	علامہ محمد بن جریر بن یزید طبری
۱۳	تفسیر الکشاف	علامہ جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنّف
۱۴	تفسیر المنار	علامہ رشید رضا مصری
۱۵	تفسیر رُوح المعانی	شہاب الدین محمُود آلوسی
۱۶	تفسیر غرائب القرآن	علامہ نظام الدین نیشاپوری
۱۷	تفسیر ضیاء القرآن	پیر جسٹس کرم شاہ بھیروی
۱۸	الصواعق المحرقہ	علامہ ابن حجر المکّی
۱۹	الصیحح البخاری	علامہ محمد بن اسماعیل البخاری
۲۰	الصیحح المسلم	مُسلم بن حجاج
۲۱	منصب امامت	علامہ شاہ اسماعیل شہید
۲۲	المناقب خوارزمی	علامہ اخطب خوارزمی
۲۳	معارج القدس	امام ابو حامد الغزالی
۲۴	تذکرۃ الخواص	علامہ امام سبط ابن جوزی
۲۵	ینابیع المودّۃ	علامہ شیخ سلیمان الحنفی القندوزی
۲۶	بحر المناقب	علامہ جمال الدین محمد بن احمد الحنفی الموصلی الشہیر
۲۷	مودۃ القربیٰ	سید علی ہمدانی الشافعی
۲۸	دلائل النبوّت	علامہ حافظ ابو نعیم احمد بن عبداللہ
۲۹	سیرۃ النبیؐ	علامہ سیّد سلیمان ندوی
۳۰	الریاض النضرہ	شیخ الحدیث الحافظ احمد محب الدین الطبری
۳۱	سر العالمین	ابو حامد الغزالی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۳۲	شواہد النبوّت	علامہ عبدالرحمٰن جامی
۳۳	لسان المیزان	حافظ احمد بن حجر عسقلانی
۳۴	تاریخ الخمیس	علامہ حسین دیار بکری
۳۵	تاریخ ابن عساکر	علامہ ابن عساکر دمشقی
۳۶	نہایۃ ابن اثیر	ابن اثیر
۳۷	المنجد	لوئیس معلوف
۳۸	لُغات القرآن نعمانی	محمد عبدالرشید نعمانی
۳۹	البحرین	حسن بن محمد صنعانی
۴۰	مفرداتِ قرآن	علامہ راغب
۴۱	میزان الاعتدال	امام ذہبی
۴۲	الاصابہ	شہاب الدین احمد بن علی العسقلانی

سببِ تالیف

قرآن و حدیث میں مسئلہ ولایت کو جو اہمیت حاصل ہے۔ وہ ایک مُسلمہ حقیقت ہے۔ مگر یہ مسئلہ جس قدر اہم ہے اور جس توجہ کا مستحق ہے وہ توجہ کبھی بھی اس کی طرف نہیں دی گئی۔ یا تو یہ خارجیّت و ناصبیت کی بھینٹ چڑھتا رہا اور یا مصلحتوں کا شکار ہوتا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ آج ہر کوئی اس سے صرفِ نظر کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

ولایت اور اس کے حامل یعنی "وَلی" کا جو مقام قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا ہے آج کون ہے جو اس سے کماحقہٗ واقف ہو یا واقف ہو بھی تو اس کو برملا بیان کرنے کی جرأت رکھتا ہو؟

نبوّت پر جتنا کچھ لکھا یا بیان کیا گیا، مذہبی دنیا کا شاید ہی کوئی ایسا مسئلہ ہو جس پر اتنا کچھ کہا گیا ہو، مگر اس کے باوجود لوگ نبی کے مقام و منزلت سے جتنا آگاہ ہیں اس سے کون واقف نہیں؟ کیا کچھ خرافات اس باب میں نہیں پائی جاتیں؟ کہیں انبیاء کے آباء و اجداد کو ایمان سے عاری، نبی کو حقائق سے بے خبر، کذب بیان، خطاکار اور کیا کچھ نہیں سمجھا جاتا اور وہ منصب جسے نبوّت کہتے ہیں اور جس پر ہر منبر اور مسجد میں شب و روز گفتگو ہوتی رہتی ہے جب اس منصب کے بارے میں مسلمانوں کی حالت یہ ہے

تو منصبِ ولایت جس پر شاذ و نادر کچھ کہا جاتا ہے اور جو کہا جاتا ہے وہ نہ ہونے کے برابر بھلا اس میں عوام کی معلومات کیا ہو سکتی ہیں؟ چونکہ لوگ سرے سے حقیقتِ ولایت اور مقامِ ولی سے آگاہ ہی نہیں۔ لہٰذا اگر کبھی کسی شیعہ نے کلمہ میں ولایت علی کی گواہی "علیٌّ وَلِیُّ اللہ" کہہ کر دے دی، تو چاروں طرف سے اس کے خلاف شدید ردِ عمل ظاہر کیا جاتا ہے۔

یہ تو غیروں کا حال ہے۔ اور اپنوں کی کیفیت یہ کہ وہ اس کلمہ کو دل و جان سے ماننے کے باوجود کبھی کھُل کر سامنے نہ آسکے، اور انہوں نے چپ سادھ رکھنے کو ہی قرینِ مصلحت سمجھا۔ اور اگر کچھ کہا بھی تو حقیقت سے بہت ہی کم۔ اس کی مثال عروس البلاد لاہور ماڈل ٹاؤن کے مولوی محمد شفیع اسید ابرار محمد خطیب ٹاؤن شپ لاہور کی وہ رِٹ درخواست نمبری ۷۶/۱۵۹۔ ۱۹۷۶ء ہے، جو انہوں نے لاہور ہائی کورٹ میں داخل کی، جس میں عدالت عالیہ سے یہ استدعا کی گئی کہ وہ جماعت نہم و دہم کے سلیبس سے اس کلمہ "علیٌّ ولی اللہ" کو خارج کرنے کا حکم دے جو شیعہ بچوّں کو پڑھایا جاتا ہے۔ یہ مقدمہ پی۔ ایل۔ ڈی لاہور جلد نمبر XXVIII اگست ۱۹۷۶ء میں رپورٹ ہوا ہے۔ اس مقدمہ میں شیعہ وکلاء نے اس امر کا اظہار کیا کہ شیعہ اگر "علیٌّ ولی اللہ" پڑھتے ہیں تو یہ اس لیے نہیں کہ وہ کلمے کا حصّہ ہے۔ بلکہ اس سے محض امامت کا اقرار اور شیعت سے وابستگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس سے ہمارے موقف کی مکمّل تائید ہوتی ہے۔ کہ اس مسئلہ کو پیش کرتے وقت وہ حقیقت اور جرأت نہیں دکھائی گئی جس جرأت کا متقاضی

یہ مسئلہ تھا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ جس طریقہ سے اس اہم مسئلہ کو پیش کیا گیا ہے۔ اس سے اہلِ تشیع کے حقیقی موقف کی عکاسی نہیں ہوتی۔

اس مقدمہ میں جن احباب نے شیعوں کی نمائندگی کی ہے، ہمیں انکی نیت پر نہ کوئی شبہ ہے اور نہ کوئی شک۔ دراصل اس مسئلہ کو قرآنی رُوح اور احادیثِ نبوی کے مطابق سمجھا ہی نہیں گیا۔ ورنہ معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کی کوئی وجہ ہی نہ تھی۔

مولانا غلام حسین نجفی نے "کلمۂ طیبہ" کے عنوان سے ایک چودہ صفحات کے پمفلٹ میں اور مولانا سید وزیر حسنین الموسوی، پرنسپل مدرسہ دینیات جعفریہ نارنگ تحصیل چکوال نے پمفلٹ بعنوان "کلمۂ ایمان" میں کلمہ "علیؑ ولی اللہ کے اثبات پر روشنی ڈالی ہے۔ اوّل تو ایسے مختصر پمفلٹوں میں اس اہم مسئلہ پر کیا کچھ کہا جا سکتا ہے اور پھر جو کچھ ان پمفلٹوں میں کہا گیا ہے وہ نہ صرف ناکافی ہے بلکہ تحقیق و جستجو کے دلدادہ حضرات کی ہرگز تسکین نہیں ہوتی۔

اب تو یہ بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اکثر شیعہ حضرات کی طرف سے بھی اس ضمن میں آئے دن نئے نئے مسائل چھیڑے جا رہے ہیں۔ کبھی کہا جاتا کہ قرآن میں اگر اس کا ذکر ہے تو کہاں ہے اور کیا حضورؐ کے وقت میں شیعوں والا کلمہ کبھی پڑھا گیا؟ کبھی یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا ائمہ طاہرین علیہم السلام کے زمانہ میں یہ کلمہ پڑھایا گیا، اور کیا صحابہ کرام میں سے کسی نے اس کلمہ کو اپنی زبان پر جاری کیا؟ اس طرح کے اور اس سے ملتے جلتے کئی سوالات

اٹھائے جاتے ہیں۔ مگر ان عام سوالات کے جوابات چونکہ کسی ایک کتاب میں دستیاب نہیں ہیں، جس سے عوام کے ذہن میں شکوک و شبہات کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں کون ایک ایسی کتاب کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا جس میں اس قسم کے سوالات کے جوابات ذرا تفصیل سے دیئے گئے ہوں۔

ہم نے اس کتاب میں اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔ اس کا جواب قارئین ہی دے سکیں گے۔

اس کے علاوہ ہم نے اذان و اقامت اور نماز کے اہم رُکن "تشہد" میں شہادت ثالثہ کی ضرورت و اہمیت پر بھی گفتگو کی ہے ۔۔۔ تاکہ تحقیق و جستجو کے دلدادہ حضرات اور حقائق کے متلاشیوں پر اصل حقیقت کا نہ صرف انکشاف ہو جائے۔ بلکہ انہیں جاننے میں یہ مدد ملے کہ شہادتِ ولایت علیؑ کے سلسلہ میں علمائے کرام و فقہائے عظام کا نظریہ کیا رہا ہے۔

یہاں یہ بات کہنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کا تعلق صرف شیعہ حضرات سے ہی نہیں، بلکہ سُنّی بھائیوں سے بھی ہے، بلکہ زیادہ تر سوالات اعتراضات کی شکل میں سُنّی دوستوں ہی کی طرف سے ہوتے ہیں شیعہ احباب کا معاملہ تو استفسار کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس لیے اس کتاب میں ہم نے یہ اہتمام کیا ہے۔ کہ اس کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا

جائے۔ ایک حصہ شیعہ حضرات کے لیئے اور دوسرا حصہ سُنی دوستوں کے لیئے۔ شیعوں والے حصہ میں بحث مکمل طور پر شیعہ نقطۂ نظر سے کی جائے گی اور ہمارا ماخذ بھی شیعہ لٹریچر ہوگا۔ جب کہ سُنیوں والے حصہ میں ہمارا تمام تر انحصار سُنی کتب پر ہوگا۔ تاکہ جو بھی اس مسئلہ کو نیک نیتی سے سمجھنا چاہتا ہو اس کے لیئے کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے۔

آخر میں اپنے محترم قارئین سے یہ گذارش کرنا انتہائی ضروری ہے۔ کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ ایک غیر جانب دار کی حیثیت میں کریں اور اس میں دیئے گئے دلائل کو غور و فکر کا پورا موقع دیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر اس کے مطالعہ کی افادیت ختم ہو جائے گی۔ لہذا ضروری ہے کہ وسعتِ قلبی اور قبولِ حق پر آمادگی کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا جائے۔

نذر حسین قمر

ولایت

اور

شیعہ نقطۂ نظر

”ولایت“ کا لغوی معنی

نہایہ ابنِ اثیر

” ھی بالفتح المحبة وبالکسر التولیة والسلطان“

ولایت بالفتح (”و“ زبر کے ساتھ) محبّت اور بالکسر (”و“ زیر کے ساتھ) تولّیت اور سلطان کے معنی میں ہے۔

بحرین

” والولی ھو الذی لہ النصرة والمعونة والولی الذی یدبر الامر یقال فلان ولی المرأة اذا کان یدبر نکاحھا“

ولی کے معنی ناصر اور مددگار کے ہیں۔ اور ولی تدبیر امر کرنے والے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں عورت کا ولی یعنی تدبیر نکاح کرنے والا ہے۔

المنجد

” وَلی یَلِی وِلَایَةً“ وَوَلَایَةً — الشئی وعلیہ ” حاکم مقرر ہونا، متصرف ہونا — الرّجل وعلیہ مدد دینا، البلد — شہر پر تسلط پانا“

” ولّی تولیة “ فلانا الامر — حاکم مقرر کرنا — انتظام سپرد کرنا “ — (المنجد ص۹۷ا مطبوعہ کراچی)

تفسیر لوامع التنزیل

” اہلِ اشتقاق گفتہ اند کہ ولی از ولی یلی ولیًا و ولایةً بہ کسرہ اوّل و بالفتح نیز میباشد آیا ولی و ولایت ہر دو اسمست یا ہر دو مصدر اند در آن دو قول اند صحیح تر آنست کہ ہر دو در اصل مصدر اند بعض ازاں انتقال یافتند پس ولی اسم متولی و متصرف امور باشد از ولایت بالکسر کہ مراد تصرف تمام و تدبیر امور در دنیا و دین“ (جلد ۱۲ ص ۵۵)

اہلِ اشتقاق کا کہنا ہے کہ لفظ ولی ”ولی یلی ولیا“ سے ہے اور ولایت بالکسر و بالفتح دونوں اسم ہیں یا مصدر تو صحیح تر قول یہ ہے کہ دونوں درحقیقت مصدر ہیں۔

پھر کہا ہے۔

ولی بمعنی متولی و مدبر امور ہیں (لوامع التنزیل ج ۱۲ ص ۵۵)

مراۃ الانوار

"اعلم ان الولایۃ بالفتح النصرۃ وبالکسر الامارۃ والسلطان"

لفظ ولایت "و" زبر کے ساتھ کا معنی نصرت وامداد اور "و" زیر کے ساتھ کا مطلب امارت واختیار ہے۔

اس کے آگے لکھتے ہیں۔ کہ ولی کا معنی محبّ، صدیق، نصیر، قریب وغیرہ ہے لیکن بنیادی طور پر اس کا معنی ولایت امر ہے۔ متصرف و سرپرست۔

اس سے ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں۔

"فی الامالی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال ولایۃ علی ولایۃ اللہ"

(مراۃ الانوار ص۳۳۸)

امالی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ ولایت علیؑ ولایت خدا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:۔

"وفی البصائر عن الصادق علیہ السلام قال نحن ولاۃ امر اللہ" (مراۃ الانوار ص۳۳۸)

بصائر میں ہے کہ صادق آل محمدؐ علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ خدا کے

ولی الامر ہم ہیں۔

ضیاء القرآن

ہمارے ہمعصر جسٹس پیر کرم شاہ لفظ "ولی" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قاموس میں ہے "الولی القرب والدنو۔ یعنی "ولیٌ" کا معنی قرب اور نزدیکی ہے۔ "وَلِیٌّ" اس سے اسم ہے۔ اس کا معنی ہے قریب، محبّ، صدیق اور مددگار۔ وفی القاموس الولی القرب والدنو والولی اسم منہ بمعنی القریب والمحب والصدیق والنصیر۔"

(ضیاء القرآن ج ۲ ص۲۱۳)

لغات القرآن نعمانی

"ولایتہم" بقول اکثر مفسرین میراث، زمخشری نے لکھا ہے۔ وِلَایَۃ "حکومت۔ اقتدار ملک اور وَلایت نصرت مدد۔

(جلد ششم ص۱۳۷)

"کارساز، محافظ۔ نگہبان۔ بچانے والا۔ مددگار"

(لغات القرآن ص۱۳۸)

"وَلِیّۃ" اس کا سرپرست، نمائندہ۔ وکیل۔"

(ایضاً ص۱۳۹)

لفظ "ولی" اور اس کے مشتقات قرآن مجید میں تقریباً ۱۲۲ بار استعمال ہوئے ہیں — مگر ہر جگہ یہ ایک ہی معنوں میں استعمال نہیں ہوئے۔ بلکہ کہیں اس کا استعمال دوست کے معنی میں ہوا ہے۔

(کما فی القرآن)

ولی بمعنی دوست

"وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"

(پ۱۰ التوبہ آیت ۷۱)

اور مومنین و مومنات ایک دوسروں کے دوست ہیں وہ اچھے کاموں کی تلقین اور برے کاموں سے روکتے ہیں۔

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّىْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ"

(پ۲۸۔ الممتحنہ آیت ۱)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بنانا۔ کہ تم ان کی طرف پیغام دوستی (مودت) بھیجو۔ جبکہ وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ جو تمہارے پاس حق کی طرف سے آیا ہے۔ یہاں کفار سے جس دوستی کی ممانعت کی گئی ہے۔ اس سے مراد

وہ راہ و رسم نہیں جو ایک معاشرے کو خوشگوار بنانے کے لیے ضروری ہے۔

"ولی" بمعنی ناصر و مددگار

"وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ"

(پ۲۵ الشوریٰ آیت ۴۶)

اور ان کے لیے کوئی ناصر و مددگار نہ ہوگا۔ جو ان کی مدد کر سکے۔

بمعنی وارث

"وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِىَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ" (پ۵ النساء آیت ۳۳)

اور ہم نے ہر ایک کو وارث قرار دیا اس چیز میں جو والدین یا قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں۔

"وَاِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِىَ مِنْ وَّرَآءِىْ وَكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا فَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ"

(پ۱۶ مریم آیت ۵-۶)

(اور حضرت زکریاؑ نے کہا) یقیناً میں اپنے بعد اپنے وارثوں سے خائف ہوں۔ اور میری عورت بانجھ ہے۔ پس اپنی بارگاہ

سے مجھے ایک وارث (ولی) عطا فرما۔ جو میرا وارث اور آلِ یعقوبؑ کا وارث ہو۔

" قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ "

(پ۱۹ النمل آیت ۴۹)

اور انہوں نے کہا کہ تم آپس میں خدا کی قسم کھاکر (عہد) کرو کہ ہم ضرور اس (حضرت صالح پیغمبرؑ) اور اس کے اہل پر شب خون ماریں گے۔ پھر ہم ضرور اس کے وارث کو کہیں گے کہ ہم اس کی ہلاکت کے وقت حاضر نہ تھے۔ اور ہم یقیناً سچے ہیں۔

" وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ط۔

(پ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۳۳)

اور جو شخص مظلوم قتل کیا جائے، تو یقیناً ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے (بدلہ کا) پس وہ قتل میں زیادتی نہ کرے۔

علامہ ابوالحسن الشریف اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

" وانہ قائم ولی الحسین"

(تفسیر مراۃ الانوار ص۱۰۱)

حضرت قائم آل محمدؐ امام حسین کے وارث (ولی) ہیں۔

ولی بمعنی سرپرست

" اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ " (پ۱۵ الکہف آیت ۵۰)

پس کیا تم میرے سوا اس (شیطان) کو اور اس کی ذریّت کو اپنا سرپرست بناتے ہو۔

" يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا "

(پ۵ النسآء آیت ۷۵)

اور وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں — اور ہمارے لیے اپنی بارگاہ سے کوئی سرپرست مقرر فرما۔

ولی بمعنی متصرف

" اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ "۔

(پ۲۱ الاحزاب آیت ۶)

نبیؐ مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق تصرف رکھنے والا ہے۔

حق تصرف حضرت علیؑ کے لیے

آیۂ مجیدۂ مندرجہ بالا میں یہ بات بغیر کسی شک وشبہ کے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام جملہ مومنین پر ان کے نفوس سے زیادہ حق تصرف رکھتے ہیں۔ اور یہی معنی ومطلب ہے بیعت کا — اب آپ حضورؐ کے خطبہ غدیر کے آخری الفاظ پر نگاہ ڈالیں تو یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا تھا۔

"اَیُّھَا النَّاسُ ھَلْ تَعْلَمُوْنَ مَنْ وَلِیُّکُمْ قَالُوا
نَعَمْ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ قَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ
اَوْلٰی بِکُمْ مِنْکُمْ بِاَنْفُسِکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ اللّٰھُمَّ
اَشْھَدْ فَاَعَادَ ذٰلِکَ عَلَیْھِمْ ثَلَاثًا کُلِّ ذٰلِکَ
یَقُوْلُ مِثْلَ قَوْلِہِ الْاَوَّلِ وَیَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اشْھَدْ
ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِ اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ صَلَوٰتُ اللّٰہِ
وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ فَرَفَعَہٗ حَتّٰی بَدَا لِلنَّاسِ
بَیَاضُ اِبْطَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَلَا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ
فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ"

(تفسیر الصافی ج ۱ ص ۴۴۳)

اے لوگو! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا ولی کون ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ اللہ اور اس کا رسولؐ ہمارا ولی ہے۔ اس پر

حضورؐ نے فرمایا۔ کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں تم سے تمہاری جانوں پر زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ ہاں! حضورؐ نے کہا۔ اے خدا! گواہ رہنا۔ اور یہ جملہ آپؐ نے تین بار دہرایا اور ساتھ لوگوں نے بھی یہ جملہ دہرایا، پھر آپؐ نے امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا۔ یہاں تک کہ آپ کے بغل کی سفیدی لوگوں نے دیکھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ آگاہ رہنا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علی (علیہ السلام) مولیٰ ہے۔

اس مفہوم کو مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید دیوبندی کے الفاظ میں اگر دیکھنا چاہیں تو ملاحظہ کریں۔ موصوف عظمتِ نبوت کے بیان کے بعد لکھتے ہیں۔

"ان میں ایک ثبوت ریاست ہے۔ یعنی جس طرح انبیاء اللہ کے لیے اپنی امت میں ایک قسم کی ریاست ثابت ہے۔ کہ ان کی اس ریاست کے ملاحظہ سے لوگوں کو رسول کی اُمت اور رسول کو اس اُمت کا رسول کہتے ہیں۔ اور بہت سے دنیوی امور میں بھی ان پر تصرفِ رسول کا اجرا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم (احزاب) ایمان والوں کے لیے نبی ان کی جانوں سے بہتر ہے۔

اور آخر کے مقدمات میں بھی اس کی ولایت ثابت ہے۔ کما

قال اللہ تعالیٰ:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النسآء)

پس کیا ہوگا جب ہر ایک امت سے ایک گواہ لایا جائے گا اور آپ کو ان پر گواہ بنایا جائے گا۔

اسی طرح امام کو بھی دنیا و آخرت میں اس ریاست کی مانند مبعوث الیہم سے نسبت ثابت ہے۔

چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

الستم تعلمون انی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم قالوا بلیٰ فقال اللّٰھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔"

کیا تم کو معلوم نہیں کہ مومنین کے لیے میں ان کی جانوں سے بہتر (اولیٰ) ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں! پھر فرمایا، اے اللہ! میں جس کا دوست (مولیٰ) ہوں۔ علیؑ بھی اس کا دوست (مولیٰ) ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ۔ (بنی اسرائیل)

"جس دن ہم سب لوگوں کو بلائیں گے مع ان کے اماموں کے اور انہیں ساتھ کھڑا کر کے ان سے سوال کیا جائے گا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ عَنْ وَلَايَةِ عَلِيٍّ۔"

وہ حضرت علیؑ کی ولایت کے متعلق سوال کیے جائیں گے۔"

(منصب امامت ص۳۳ مطبوعہ لاہور)

اس اقتباس سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ مولانا موصوف حضرت علیؑ کی امامت اور ولایت دونوں کے قائل تھے، اب ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو۔

" امام رسول کے سعادت مند فرزند کی مانند ہے اور تمام اکابر اُمت و بزرگان ملّت ملازموں اور خدمت گاروں اور جان نثار غلاموں کے مانند ہیں۔ پس جس طرح تمام اکابر سلطنت وارکانِ مملکت کے لیے شہزادۂ والا قدر کی تعظیم ضروری اور اس سے توسّل واجب ہے اور اس سے مقابلہ کرنا نمک حرامی کی علامت اور اس پر مفاخرت کا اظہار بدانجامی پر دلالت کرتا ہے ایسا ہی ہر صاحب کمال کے حضور میں تواضع اور تذلّل سعادت دارین کا باعث ہے۔ اور اس کے حضور میں اپنے علم و کمال کو کچھ سمجھ بیٹھنا، دونوں جہان کی شقاوت ہے۔ اس کے ساتھ یگانگی رکھنا رسولؐ سے یگانگت ہے اور اس سے بیگانگی ہو تو خود رسولؐ سے بیگانگی ہے خصوصاً اس وقت جبکہ نیابتِ پیغمبر بھی اللہ رب العزت کی طرف سے اسے تفویض ہو چکی ہو۔" (منصب امامت ص۳۳)

درجاتِ ولایت
اور
ولایتِ تکوینی

یہ بات ذہن میں رہنی چاہیئے۔ کہ ولایت کا ایک ہی درجہ نہیں یعنی جو حامل ولایت ہوں وہ ایک ہی درجہ کی ولایت کے حامل نہیں ہوتے۔ بلکہ اس میں مراتب و درجات ہوتے ہیں۔

جس طرح موجودات میں انسان (مرد و عورت) کو سب پر فضیلت حاصل ہے۔ اور انسانوں میں،

" وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ " (پ۲ البقرۃ آیت ۲۲۸)

"مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

" يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ " (پ۲۸ المجادلہ آیت ۱۱)

اور (مردوں میں) اللہ نے ان لوگوں کو بلند مرتبہ کیا ہے، جو صاحبانِ علم ہیں۔

اور بلحاظ علم بھی سب برابر و یکساں نہیں۔ ارشاد باری ہے۔

" نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ " (پ۱۳ یوسف آیت ۷۶)

ہم جسے چاہتے ہیں، اس کے درجات بڑھا دیتے ہیں۔ اور تمام اہل علم پر علیم کو فوقیت و برتری حاصل ہے۔

ایمان کا بھی ایک ہی درجہ نہیں بلکہ اس کے مختلف درجات ہیں اور صاحبانِ ایمان ہیں۔

" فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ " (پ۵ النساء آیت ۹۵)

اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت دی ہے۔

عام انسانوں کے فضائل کی آخری سرحد پر انبیاء نظر آتے ہیں۔ مگر وہ بھی باہم برابر و یکساں نہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

" لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ " (پ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۵۵)

ہم نے بعض نبیوں کو بعض نبیوں پر فضیلت دی ہے۔ اور انبیاء سے بلند مرتبہ رسول ہیں وہ بھی ایک درجہ کے نہیں۔

" تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ " (پ۳ البقرۃ آیت ۲۵)

"ہم نے رسولوں میں سے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی ہے"

ان آیاتِ قرآنی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایمان و علم اور نبوت و رسالت کے درجات ہوتے ہیں۔ اور جس طرح ان کے مراتب

دو درجات ہیں اسی طرح ولایت کے بھی مدارج ہیں۔

اور ولایت کے جو معنی بھی متعین ہوں۔ جیسا کہ آیاتِ قرآن سے ہم ثابت کر آئے ہیں۔ یہ حقیقت بہر حال تسلیم کرنا ہوگی۔ کہ ولایت ایک نہایت ہی ارفع و اعلیٰ منصب کا نام ہے — جو من جانب اللہ ہوتا ہے۔ اس کے مختلف مدارج ہوتے ہیں اور آخری مرتبہ ولایت تکوینی ہے جس کا سیدھا سادھا مطلب یہ ہے کہ ولایت تکوینی کے حامل کو دُنیا و ما فیہا پر تصرف و تسلّط حاصل ہوتا ہے۔ خدا کی ولایت تکوینی بالذات ہے، اور باقی جس کو بھی ولایت کا یہ درجہ حاصل ہے وہ عطیۂ خداوندی ہے۔ خدا اپنی ولایت تکوینی کا تذکرہ بایں الفاظ فرماتا ہے۔

"فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" (پ۲۵ الشوریٰ آیت ۹)

"پس اللہ ولی ہے اور وہی زندگی دیتا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے"

حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں:

"رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ج۔
فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قف اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج (پ۱۳ یوسف آیت ۱۰۱)

"اے پروردگار! تو نے ہی مجھے مُلک عطا کیا اور تو نے ہی مجھے

خوابوں کی تعبیر کا عِلم دیا — تو آسمانوں اور زمینوں کا بنانے والا ہے اور تو ہی دُنیا و آخرت میں میرا محافظ و سرپرست ہے۔"

اور اہلِ بیتؑ نبوی کے معصوم افراد کے لیے یہ ولایت ثابت ہے جس کا تذکرہ ہم آئندہ اوراق میں کرنے والے ہیں اور جب ہم اس ولایتِ تکوینی کا اقرار اہلِ بیتؑ اطہار کے لیے کرتے ہیں۔ تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا۔ کہ ان کی ولایت کوئی جداگانہ چیز ہے۔ بلکہ اس سے ہمارا مطلب وہ ولایت ہوتا ہے۔ جو دراصل خدا کی ولایت ہے اور اس کا عطیہ ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

" ولايتنا ولاية الله التي لم يبعث نبيًّا قطّ الا بها" (اصول کافی ج ۲ ص ۲۱۹ بصائرالدرجات ص ۹۵)

ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے۔ اور وہ وہ ولایت ہے کہ جس کے بغیر خدا نے کسی نبی کو ہرگز مبعوث نہیں کیا۔

یہ ولایتِ تکوینی جسے ولایت مطلقہ بھی کہتے ہیں۔ خدا کے بعد ذاتِ ختمی مرتبتؐ میں پائی جاتی ہے۔ ان کے بعد اس ولایت تکوینیہ و مطلقہ کے حامل امیرالمومنین اور ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔

*

ولایتِ تصرّف
کی
مختصر تشریح

جس طرح رُوح بدن میں تصرف کرتی ہے۔ اسی طرح حامل ولایت جو کائنات میں مثل رُوح ہوتا ہے۔ جس طرح چاہے کائنات میں تصرف کرتا ہے۔ مگر ولی کا یہ تصرف بقدر ولایت ہوتا ہے۔

یہاں ایک۔ اور نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اور وہ یہ کہ ہر نبی میں ولایت پائی جاتی ہے۔ جو اس کی نبوّت کے بقدر ہوتی ہے —— اور معجزہ ایک نبی اور ولی کی ولایت تکوینی ہی کا مظہر ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے معجزات جو ان کی ولایت تکوینیہ کے مظہر تھے اور جن کا تذکرہ توراۃ اور قرآن میں موجود ہے۔ عصاء کا اژدھا بننا اور پانی میں حسب منشاء راستوں کا وجود میں آنا یہ سب کچھ ان کی ولایت تصرف ہی کے مظہر تو تھے۔ ان کے مقابلہ میں ایک اس ذات کا ذکر ملتا ہے جس کے لیے قرآنی الفاظ یہ ہیں۔

" فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ (پ۱۵ الکہف آیت ۶۵)

پس حضرت موسیٰ کو میرے بندوں میں سے وہ بندہ ملا جسے ہم

نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور جسے ہم نے علم (خاص) کی تعلیم دی تھی۔

اس حامل رحمت خداوندی اور صاحب علم لدنی کو عام طور پر خضر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہی کچھ لوگوں میں مشہور ہے۔ ہمیں سردست اس سے کوئی بحث نہیں کہ یہ ذاتِ اقدس کون تھی؟ کیونکہ یہ ہمارے آج کے موضوع سے متعلق نہیں ہے۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ جو لوگ اس عبدِ خاص کو جو حضرت موسیٰؑ سے ملے تھے۔ خضر نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ اس بات کے بھی قائل ہیں۔ کہ وہ خضر بہرحال نبی نہ تھے۔ مولانا شاہ اسمٰعیل شہید لکھتے ہیں۔

" اس مقام میں عبد سے مراد حضرت خضرؑ ہیں اور وہ صحیح قول کے مطابق منجملہ انبیاء سے نہ تھے۔" (منصب امامت ص۴۲)

اور عقل و دانش کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ وہ نبی نہ تھے۔ کیونکہ جو مکالمہ حضرت موسیٰؑ و حضرت خضرؑ کے درمیان ہوا —— اور جن الفاظ کے ساتھ قرآن میں ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ اس امر کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ ایک نبی کا مرتبہ و مقام بیشک بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہے مگر وہ بہرحال صاحب شریعت رسُول کی شریعت کا مبلغ ہوتا ہے۔ اور رسُول اس سے بہر طور افضل ہوتا ہے۔ جو یہ نتیجہ نکالنے کے لیے کافی ہے۔ کہ خضر صاحب ولایت تھے۔ اور ان کی ولایت حضرت موسیٰ کی ولایت سے وسیع و بلند تر تھی۔ اس قدر بلند کہ ان کے اعجازی افعال کے اسرار کو بھی حضرت موسیٰ سمجھ نہ سکے جب تک حضرت خضرؑ نے ان کی معرفت نہ کرادی۔

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید کے یہ الفاظ ہیں
"وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى
الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا" (پ۱۷ الانبیاء ع۶)

"اور سلیمان کے لیے (ہم نے) تند و تیز چلنے والی ہوا کو (تابع کر دیا) وہ اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلا کرتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی۔

آگے چل کر اس حقیقت کو ذرا مزید واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یوں کہ:-

"قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ
لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○ فَسَخَّرْنَا
لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ○
وَالشَّیٰطِیْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ○ وَّاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ
فِی الْاَصْفَادِ ○ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ
بِغَیْرِ حِسَابٍ ○ (پ۲۳ ص آیت ع۳۵ تا ۳۹)

"حضرت سلیمانؑ نے عرض کیا۔ کہ میرے پروردگار! مجھے زیرِ رحمت رکھ۔ اور میرے اختیار میں مجھے ایسی مملکت دے۔ جو میرے بعد کسی کے لیے روا نہ ہو ـــــ بالیقین تو بے حد و حساب عطا کرنے والا ہے۔ چنانچہ ہم نے ہوا کو ان کے لیے مسخر کر دیا، کہ وہ ان کے حکم پر دھیمے دھیمے چلتی تھی اور ان کو

وہاں لے جاتی تھی جہاں وہ پہنچنا چاہتے تھے۔ اور اس کے علاوہ جتنے شیطان عمارت بنانے والے اور غوطہ زنی کرنے والے تھے۔ سب کو ان کے تابع کر دیا تھا۔ علاوہ ازیں زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیوؤں کو بھی ان کے زیرِ فرمان کر دیا تھا۔ (اور ہم نے کہا) اے سلیمان! یہ ہماری عطا ہے۔ پس یہ تم پر ہے (تمھیں اختیار ہے) کہ اسے لوگوں کو دو دیا اپنے پاس روک رکھو بغیر حساب۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حالات پر نظر ڈالیں۔ تو بات اس سے بھی بڑھی ہوئی نظر آتی ہے۔ الفاظ ہیں۔

"اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ
فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ
اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ
وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ
بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ
كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○" (پ۳ آلِ عمران آیت ع۴۹)

(حضرت عیسٰیؑ نے کہا) میں تمھارے لیے مٹی سے پرندہ کی شکل بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں۔ تو وہ باذنِ خدا (سچ مچ کا) پرندہ بن جاتا ہے۔ اور میں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں۔ اور میں باذنِ خدا مردوں کو بھی زندہ کرتا ہوں اور

جوتم کھاتے ہو اور جو گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔ اس کی بھی خبر
دیتا ہوں اور اگر تم مؤمن ہو تو اس میں تمہارے لیے نشانی ہے۔

"اگر تم مومن ہو تو اس میں تمہارے لیے نشانی ہے" کے الفاظ غور طلب ہیں مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے کہنے پر اس اعجازی قوت کا اظہار نہیں کر رہا۔ بلکہ رسُول ہونے کا ثبوت یہ دیتا ہُوں، کہ جن چیزوں پر تمہیں کوئی قدرت و اختیار نہیں اور جو قطعاً تمہارے تصرف میں نہیں۔ میں ان پر قدرت و اختیار بھی رکھتا ہوں اور یہ معاملات میرے تصرّف میں دیئے گئے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں زندہ ہونے والا معمول کی زندگی بسر کرتا رہا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے کسی نے پوچھا کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کسی ایسے مُردے کو بھی زندہ کیا تھا جس نے معمول کی زندگی بسر کی ہو اور اس کے ہاں زندہ ہونے کے بعد اولاد بھی ہوئی ہو، تو آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ اُن کا ایک دوست تھا جس سے آپ کا صیغۂ اخوت جاری ہوا تھا۔ یعنی وہ آپ کا بھائی بنا ہُوا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا گزر جب بھی اس کے گھر کے پاس سے ہوتا۔ تو آپؑ وہاں قیام کرتے تھے۔ ایک بار آپ ایک عرصہ تک اس کے ہاں جا نہ سکے۔ پھر جو اس کے مکان کے قریب سے گزرے۔ تو ارادہ کیا اسے سلام کرنے کا۔ اس کی ماں باہر نکلی اور اس نے بتایا

کہ وہ تو فوت ہو چکا ہے۔ فرمایا کہ کیا تو اُسے زندہ دیکھنا چاہتی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ ہاں۔ فرمایا کل آؤں گا تو اُسے زندہ کردوں گا۔ اگلے روز حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تشریف لائے تو اس کی ماں سے کہا کہ تو میرے ساتھ اس کی قبر پر چل۔ پس حضرت اس کی قبر پر آکر ٹھہر گئے اور دست بدُعا ہُوئے۔ پس قبر شگافتہ ہوئی اور وہ اس میں سے زندہ ہو کر نکل آیا۔ جب ماں بیٹے نے ایک دوسرے کو دیکھا تو دونوں رونے لگے۔ حضرت عیسیٰؑ کو ان پر رحم آیا۔ اور اپنے دوست سے پوچھا کہ کیا تم اپنی ماں کے ساتھ دُنیا میں رہنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہاں آپؑ نے فرمایا۔ جا تو اپنی ماں کے پاس رہو تم بیس برس تک زندہ رہو گے۔ کھاؤ پیؤ گے، تمہاری شادی ہو گی اور بچے بھی ہوں گے۔ چنانچہ اس نے شادی کی — اور وہ بیس برس تک زندہ رہا اور اس کی اولاد بھی ہوئی۔

(تفسیر العیاشی ج ۱ ص۱۷۴ مطبوعہ ایران)

اور اس واقعہ کو

(۱) — علامہ محسن الفیض الکاشانی نے اپنی تفسیر الصافی جلد اوّل صفحہ نمبر ۲۶۳ مطبوعہ ایران پر

(۲) — علامہ السیّد ہاشم البحرانی نے تفسیر البرہان کی جلد اوّل ص۲۸۴ پر

(۳) — اور مجدّد مذہب شیعہ محمد باقر المجلسی نے بحار الانوار کی جلد پنجم کے صفحہ نمبر ۳۲۴ پر۔

درج کیا ہے۔ جو اس کی سند کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔

اس کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا وہ واقعہ جو قرآن میں موجود

ہے جس میں آپؑ نے بارگاہِ ربّ العزّت میں عرض کیا کہ:

"رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ"

(پ۳ البقرہ آیت ۲۶۰)

اے خدا! مجھے دکھا کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔ فرمایا کیا تمھیں (اس کا) یقین نہیں؟ ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ یقین تو ہے۔ اطمینانِ قلب چاہتا ہوں۔

اس پر ارشاد ہوا۔

"فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝"

تم چار پرندے پکڑلو۔ اور انہیں اپنی طرف سدھالو۔ (پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے) ان میں سے ایک ایک حصہ (لے کر) ہر ایک پہاڑ پر رکھ دو۔ پھر انہیں آواز دے کر اپنی طرف بلاؤ تو وہ تیرے پاس دوڑتے ہوئے آئیں اور جان لو کہ بے شک اللہ غالب صاحبِ حکمت ہے۔

آپ غور کریں کہ خدا کس انداز سے ایک نبیؑ و رسولؑ کے اقتدار و تصرف کو ظاہر کر رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو خدا کی بارگاہ میں خدا ہی کے بارے

میں عرض کیا تھا، کہ مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔ اس کا سیدھا سادھا طریقہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ ابراہیمؑ کے بتائے ہوئے چند مردوں کو زندہ کرکے اپنی قدرت کا اظہار کر دیا جاتا۔ مگر ذاتِ باری نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہی کہہ دیا کہ پرندوں کو لے کر انہیں ذبح کردو اور پھر ان کے گوشت کے اجزاء کو مختلف پہاڑوں کی چوٹیوں پر رکھ کر آواز دو۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور مردہ پرندے آپ کی آواز پر زندہ ہو گئے تو گویا خدا نے حضرت ابراہیمؑ ہی کے ہاتھوں پرندوں کو زندہ کرا کر لوگوں کو بتا دیا کہ جس قدرت و اختیار کو لوگ خدا کے لیے بھی ماننے پر تیار نہیں وہ میرے نمائندوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اگرچہ یہ سب کچھ میرا ہی عطیہ ہے۔

معنی اذن

بعض لوگ "اذن" کی آڑ میں معجزہ کا فعل انبیاء ہونے کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ انبیاءؑ کے معجزات کو "باذن اللہ" سے مقید کرکے دراصل یہ بتایا گیا ہے، کہ معجزہ فعل انبیاء نہیں بلکہ فعلِ خدا ہوتا ہے اور یہ بھی باور کرایا جاتا ہے کہ گویا ایک نبی معجزہ دکھانے سے قبل خدا سے اجازت لیتا ہے۔

یہ کتاب چونکہ حقیقتِ معجزہ پر نہیں لکھی جا رہی۔ اس لیے اس نکتہ کی زیادہ توضیح و تشریح تو نہیں کی جا سکتی۔ مگر اسے تشنہ بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو فرمایا تھا کہ میں پرندہ خلق کرتا ہوں۔

"باذن اللہ" مردوں کو زندہ کرتا اور بیماروں کو شفا دیتا ہوں۔ باذن اللہ۔ اس "اذن" سے مراد کوئی لفظی اجازت نہیں جو حضرت عیسٰی خدا سے لیتے تھے۔ بلکہ آپؑ کے الفاظ ہی حقیقتِ حال کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا فرمایا تھا۔

"اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ"

"مَیں خلق کرتا ہُوں"۔

"وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ"۔

"میں اندھوں اور مبروصوں کو شفا دیتا ہوں"۔

"وَاُحْیِ الْمَوْتٰی"

"اور میں زندہ کرتا ہوں مُردوں کو"۔

مطلب یہ کہ یہ سب کُچھ کرتا ہوں۔ مگر باذن اللہ۔ یعنی اس کی دی ہوئی قوّت و طاقت کے ذریعہ سے۔

جیسا کہ امام رابع حضرت علی بن الحسینؑ (امام زین العابدین علیہ السلام) فرماتے ہیں۔

"لَاحَوْلَ لَنَا اِلَّا بِقُوَّتِكَ وَلَا قُوَّةَ لَنَا اِلَّا بِعَوْنِكَ فَاَیِّدْنَا بِتَوْفِیْقِكَ" (صحیفہ کاملہ ص ۱۳۹)

اے خدا! ہمیں طاقت و تصرف حاصل ہے تو تیری قوّت کی بدولت اور اختیار ہے تو تیری مدد کے سہارے سے۔ لہٰذا اپنی توفیق سے ہماری دستگیری فرما۔

اس مختصر گفتگو سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ "اذن" کا معنی وہ نہیں جو عام طور پر سمجھا اور سمجھایا جاتا ہے۔ بلکہ اذن سے مراد وہ طاقت و قدرت اور اُس کمال کا عطا کیا جانا ہے جو معجزہ دکھانے کے لیے ضروری ہوتا ہے اگر خدا نے کسی کو یہ طاقت ہی نہیں دی تو کس کی مجال ہے کہ وہ کوئی معجزہ دکھا سکے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَمَاكَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ"

(پ ۲۴ المؤمن آیت ۷۸)

کسی رسول کو یہ اختیار نہیں۔ کہ وہ اذن خدا کے بغیر کوئی نشانی (معجزہ) لائے۔

ناطق فیصلہ

اگرچہ ان دلائل کے بعد اثبات مُدّعا کے لیے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر بھی ہم چاہتے ہیں کہ آخر میں ایک ایسا ثبوت پیش کر دیا جائے جس کے بعد اس پر اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

"وَمَاكَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ"

(پ ۱۱ یونس آیت ۱۰۰)

کسی نفس (انسان) کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اذنِ خدا کے بغیر ایمان لے آئے۔

اگر "اذن" کسی لفظی اجازت نامہ کا نام ہے کہ جو ایک نبی معجزہ پیش کرنے سے پہلے خدا سے حاصل کرتا ہے، تو کیا آیتِ ماقبل "کسی نفس کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ بغیر اذن خدا ایمان لا سکے" کا یہ مطلب ہے کہ ہر مشرک و کافر جب ایمان لانا چاہتا ہے تو پہلے خدا سے اجازت لیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایمان صرف وہی لا سکتا ہے جس کے شاملِ حال توفیقِ خدا ہو۔

میرے خیال میں لفظ "اذن" کا معنی مفہوم قدرے واضح ہو چکا ہوگا جس کے بعد قارئین کے ذہن میں یہ بات آسانی سے آجائے گی۔ کہ اذن نام ہے اس طاقت وقدرت اور توفیقِ کمال کا جو معجزہ دکھانے کے لیے ضروری ہے اور جسے ولایت تصرف اور ولایت تکوینی بھی کہا جاتا ہے۔ اور ولایت تصرف یا ولایت تکوینی چونکہ ایک باطنی شے ہے۔ لہٰذا اس کی موجودگی کا علم صرف معجزہ سے ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں معجزہ مظہر ہوتا ہے۔ ولایت تصرف و ولایت تکوینی کا۔

انبیاء و مرسلین نے جس قدر خرق عادت افعال پیش کیے وہ بقدر ان کی ولایت کے ہوتے تھے۔ یعنی ان کے معجزات کی نوعیت سے ان کی ولایت تصرف کی وسعتوں کا اندازہ ہوتا تھا۔ جیسے جیسے ان ذواتِ مقدسہ نے معجزات پیش کیے۔ ویسے ویسے ان کی ولایتِ تصرف اور ان کی وسعتوں کا ہمیں علم ہوا۔

تو انبیاء و مرسلین کی ولایت جاننے کا ہمارے پاس ایک ہی ذریعہ ہے

اور وہ ہیں معجزات کسی کے معجزات دیکھے تو ہم نے جان لیا کہ یہ حاملِ ولایت ہے۔ لیکن اگر کسی کی ولایت کا اعلان خود خدا کر رہا ہو تو اس میں شک کرنا گویا اپنے ایمان میں شک کا اظہار کرنا ہے۔ امیرالمومنین فرماتے ہیں:

"من شك في ولايتي فقد شك في ايمانه و من اقر بولايتي فقد اقر بولاية الله ولايتي متصلة ولاية الله كهاتين"

(احتجاج طبرسی ج ۱ صــ۳۴۰)

ترجمہ: جس نے میری ولایت میں شک کیا اس نے اپنے ایمان میں شک کیا اور جس نے میری ولایت کا اقرار کیا، اس نے خدا کی ولایت کو تسلیم کیا، کیونکہ میری ولایت خدا کی ولایت سے اس طرح متصل ہے، جیسے دو انگلیاں آپس میں متصل ہوتی ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے عظمت ولایت کو ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

"وَلَایتنا ولایة الله التی طر یبعث نبیا قط الا بها۔"

(اصول کافی ج ۲ ص۳۱۹)

ترجمہ: ہماری ولایت دراصل خدا کی ولایت ہے۔ خدا نے کسی نبی کو ہرگز مبعوث نہیں کیا، مگر ہماری ولایت کے سبب سے۔

ولایتِ انبیاءؑ
اور
ولایتِ علیؑ

یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ دامن انبیاءؑ و مرسلینؑ میں بھی ولایت پائی جاتی ہے۔ مگر یہ ولایت بقدر ان کی نبوّت و رسالت کے ہوتی ہے اور یہ کہ ان کے معجزات ان کی اسی ولایت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ مگر حضورؐ اور حضرت علیؑ کی ولایت چونکہ ان تمام پر حاوی ہے۔ لہٰذا جو کمالات بھی انبیاءؑ و مُرسلین علیہم السلام میں فرداً فرداً پائے جاتے تھے۔ وہ رسالت مآبؐ اور حضرت علیؑ میں من حیث المجموع موجُود تھے، بلکہ ان سے بھی بہت زیادہ جس کا اظہار صادق آلِ محمدؑ نے بایں الفاظ فرمایا ہے۔

"ان اللہ لم یعط الانبیآء شیا الا وقد اعطی محمّد صَلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمیع ما اعطی الانبیآء۔

(البصائر الدرجات ... شجر طوبیٰ ص۲۵، تفسیر الصافی ج۲ ص۸۱۱)

خ... نے انبیاءؑ کو ایسی کوئی شے عطا نہیں کی، جو تمام کی تمام حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو عطا نہ فرمائی ہوں۔

امام حسن عسکری علیہ السّلام تو یہاں تک فرماتے ہیں۔

"قیل لامیر المؤمنین یا امیر المومنین هل كان لمحمّد صلی اللہُ عَلَیْہِ وآلِہٖ وسلّم آیۃ مثل مُوسیٰ فی رفعہ الجبل فوق رؤوس الممتخین عن قول ما امروا بہ؟ فقال امیر المومنین علیہ السّلام ای والذی بعثہٗ بالحق نبیّا ما من آیۃ کانت لاحد من الانبیاء من لدن آدم الی ان انتھی الی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ الا وقد کان لمحمد مثلھا او افضل منھا۔ (احتجاج طبرسی ج۱ ص۳۲۷) مطبوعہ نجف

کہ امیر المومنین علیہ السّلام سے عرض کیا گیا۔ کہ اے امیر المؤمنین! کیا حضورؐ کو بھی ایسا معجزہ و کمال دیا گیا تھا۔ جیسا کہ مُوسیٰؑ کو دیا گیا تھا۔ مثل پہاڑ کے جو بلند کیا گیا تھا ان لوگوں کے سروں پر جو حضرت مُوسیٰ کے مخالف تھے۔ تو امیر المومنین نے جواب میں فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس نے حضورؐ کو مبعوث برسالت کیا ہے۔ آدمؑ سے لے کر حضورؐ تک کوئی ایسا معجزہ و کمال کسی نبی کو عطا نہیں کیا گیا جو سب کا سب حضورؐ کو عطا نہ کیا ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

اور امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں

خدا نے جو کچھ انبیاء کو عطا کیا وہ سب کا سب حضورؐ کو بھی عطا کیا، مگر جو حضورؐ کو عطا ہوا، وہ کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔"

(تفسیر الصافی ج۲ ص۸۱۱)

*

فرمانِ امام محمد باقر علیہ السّلام

"نَحْنُ حجّۃ اللہ ونحن باب اللہ ونحن لسان اللہ ونحن وجہ اللہ ونحن عین اللہ فی خلقہ ونحن ولاۃ امر اللہ فی عبادہ"

(اصول کافی ج ۱ ص ۱۹۹ ۔ تفسیر البرہان ج ۱ ص ۱۹۰)

ہم حجّتِ خدا، اللہ تک پہنچنے کا دروازہ اور اس کی زبان ہیں۔ اور ہم ہی اللہ کا چہرہ۔ اس کی مخلوق میں اللہ کی آنکھ اور اس کے بندوں میں اس کے امر کے ولی ہیں۔

فرمانِ امام جعفر صادق علیہ السّلام

"انّ اللہ خلقنا فاحسن خلقنا وصورنا فاحسن صورنا وجعلنا عینہ فی عبادہ ولسانہ الباطن فی خلقہ ویدہ المبسوطۃ علیٰ عبادہ بالرّافۃ والرّحمۃ ووجہہ الّذی یُوتیٰ فیہ وبابہ الّذی یدل علیہ وخزانہ فی سمائہ وارضہ بنا اثمرت الاشجار واینعت الثمار وجرت الانہار وبنا ینزل غیث السماء وینبت عشب الارض وبعبادتنا عبد اللہ ولولا نحن

ما عبد اللہ" (کافی ج ۱ ص ۱۹۶ ایران)

خدا نے ہمیں بہترین مخلوق پیدا کیا۔ اور صورت دی تو بہترین صورت اور اپنے بندوں میں اپنی آنکھ اور مخلوق میں اپنی بولتی ہوئی زبان بنایا۔ اس نے اپنے بندوں پر ہمیں اپنا دست کشادہ اور رحمت و شفقت والا ہاتھ قرار دیا۔ ہمیں اپنا وہ چہرہ کہا جس سے اس کی پہچان ہوتی ہے۔ اور وہ دروازہ قرار دیا جو اس کے وجود کی دلیل ہے۔ ہم زمینوں اور آسمانوں میں اس کے خزانے ہیں۔ ہماری وجہ سے درخت بار آور ہوتے اور ان کے پھل پکتے ہیں۔ دریاؤں کی روانی، بارانِ رحمت کا نزول اور زمین کی رنگینی بھی ہماری وجہ سے ہے۔ ہماری عبادت سے خدا کی عبادت ہوئی۔ اگر ہم نہ ہوئے تو خدا کی عبادت نہ ہوتی۔

یہ تمام حقائق حضرت علیؑ اور دیگر آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام کی ولایت مطلقہ کا واضح ثبوت ہیں ـــ اور چونکہ یہ ذواتِ مقدسہ حامل ولایتِ مطلقہ ہیں ـــ لہذا متصرف فی العالمین ہیں۔ جس کی چند ایک مثالیں پیشِ خدمت ہیں۔

تصرفِ ولی کی مثالیں

مثال نمبر ۱

ہوا پر تصرف

یہ حدیث اکثر کتابوں میں مرقوم ہے۔ مگر جو کچھ اہلِ سُنّت نے اپنی کتبِ معتبرہ میں لکھا ہے اور ہم نے دیکھا ہے۔ اس کو نقل کر رہے ہیں۔ انس ابن مالک جو مشہور اصحابِ رسولؐ میں سے ہیں۔ روایت ہے کہ ایک قبیلہ نے بطور ہدیہ ایک غالیچہ رسُولِ خداؐ کی خدمت میں پیش کیا، رسُولِ خداؐ نے مجھ سے فرمایا کہ انسؓ! اس کو زمین پر بچھا دو، اور فلاں فلاں دسؓ آدمیوں کو بلا لاؤ۔ میں بُلا کر لے آیا۔ حکم ہُوا کہ اس پر سب بیٹھ جاؤ۔ ہم سب اُس پر بیٹھ گئے۔ پھر علیؑ کو بلایا اور تا دیر راز و نیاز کی باتیں ہوئیں، پھر علیؑ بھی اس بساط پر آ گئے۔ اور ہوا کو حکم دیا کہ بساط کو اُٹھا کر تیزی سے چل، ہوا اپنے دوش پر لے چلی۔ کچھ دیر بعد علیؑ نے حکم دیا کہ زمین پر اتار دے، ہوا نے بساط کو زمین پر اُتار دیا، پھر آپ نے ہم سب سے پوچھا، جانتے ہو، یہ کونسی جگہ ہے۔ یہ مقام "کہف و رقیم" ہے، جہاں "اصحابِ کہف" خوابیدہ ہیں پس اُٹھو اور ان کو سلام کرو، ہم سب نے سلام کیا، مگر کسی کا جواب نہ آیا پھر حضرت علیؑ نے سلام کیا :۔ السلام علیکم یا معاشر الصدیقین۔

مَیں نے سُنا کہ سب نے مل کر جواب دیا "علیك السلام"۔ انسؓ کہتے ہیں میں نے علیؑ مرتضیٰ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ ہمارے سلام کا جواب انہوں نے نہیں دیا اور آپ کے سلام کا جواب آیا۔ پھر آپؑ "اصحاب کہف" کی طرف متوجہ ہُوئے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔ اور میرے سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم صدیقین اور شہداء میں سے ہیں اور ہمیں حکم ہے کہ کسی سے بعدِ مُردن تکلم نہ کریں۔ مگر نبی سے یا وصیِ نبی سے۔ اس کے بعد آپؑ نے ہوا کو حکم دیا کہ بساط کو اٹھائے اور مدینہ پہنچا دے۔ جب مدینہ پہنچے تو ہم نے اور خود علی مرتضٰے نے دیکھا کہ رسُولؐ کی آخری رکعت تھی اور آنحضرتؐ یہ سُورہ (اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْکَهْفِ الخ تلاوت فرما رہے ہیں۔ (حدیقۃ الشیعہ ص۳۸)

مثال نمبر ۲

مدائن میں پہنچنا

در کتاب خرائج و جرائح این حکایت را باین طریق نقل کردہ کہ امیرالمومنین یک صبحی در مدینہ بمسجد رسول خدا آمد فرمود کہ امشب رسُولِ خدا را بخواب دیدم و مرا وصیّت فرمود بتغسیل و تکفین و نماز بسلمان فارسی و من الحال بمداین و میروم کہ وصیت آنحضرت عمل نمایم و جمعیکہ از مردمان حاضر بودند تا بیرونِ مدینہ مشایعت امیرالمومنین علیہ السلام کردند و ایشان را وداع نمودہ راہی شد و چون مردم بنماز ظہر آمدند امیرالمومنین را در مسجد دیدند فرمود کہ بسلمان نماز کردم و او را دفن نمودہ آمدم اکثر حضار تصدیق قول آنحضرت نکردند و آن امر را محال میشمردند تا آنکہ بعد از مدتی مکتوبی از مداین رسید کہ در فلان روز

سلمان برحمتِ الٰہی داصل شدہ اعرابی حاضر شد و مرتکب نماز وغسل اور شدہ واز ما غائب گشت و چون تاریخ مکتوب را ملاحظہ نمودند ہمان روز بود کہ حضرت امیر المومنینؑ غائب شدہ بود (حدیقۃ الشیعہ صفحہ ۲۰۴)

کتاب خرائج وجرائح میں یہ روایت زادان سے منقول ہے کہ میں نے سلمان فارسی کی نمازِ میت پڑھاتے ہوئے حضرت علیؑ کو دیکھا اُسی کتاب میں تحریر ہے کہ ایک صبح امیر المومنینؑ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے آج رات رسولِ خداؐ کو خواب میں دیکھا کہ مجھے حکم دیا، کہ تم مدائن جا کر سلمان فارسی کی تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ پڑھاؤ۔ لہذا میں جا رہا ہوں، یہ کہہ کر آپؑ روانہ ہو گئے۔ وقت ظہر جب لوگ مسجد میں آئے تو آپ کو مسجد میں دیکھا کہ آپؑ فرما رہے ہیں کہ میں ابھی ابھی مدائن سے بعد تجہیز و تکفین و نمازِ جنازہ پڑھا کر آ رہا ہوں لوگوں کو یقین نہ آیا۔ بعد میں ایک خط مدائن سے آیا کہ فلاں روز سلمان فارسی نے انتقال کیا، اور ایک شخص نورانی صورت نمازِ جنازہ پڑھا کر چشم زدن میں غائب ہو گیا۔

پھر لوگوں نے جب خط میں تاریخ دیکھی تو وہ وہی تاریخ تھی جس روز امیرؑ المومنین نے اپنی مدائن کی روانگی کا تذکرہ کیا تھا۔

مثال نمبر ۳

موت وحیات پر تصرف

علامہ مقدس اردبیلی کی کتاب میں یہ دلچسپ واقعہ بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔

" در کتاب روضہ کہ از کتب معتبرۂ اہلِ حدیث است بسند صحیح از میثم تمار نقل کردہ کہ او گفت در جامع کوفہ در خدمت امیر المومنین علیہ السلام بودم

و جمعی کثیر در دور آنحضرت بودند کہ از در مسجد مردی بلند مقطع در آمد و شمشیر حمائل کردہ بود و خدم و عبید در پی او بودند مردمان از ہر طرف گردن ہا بلند کردند و چشم ہا براو دوختند و منتظر بودند کہ معلوم شود کہ ایں مرد کیست و بچہ کار آمدہ آن مرد بزبان فصیح گفت کدام است از شما کہ متولد شدہ است در حرم و مشہور است بکرم و خلیفۂ رسول است و زوج بتول است و غالب ہر غالب و فرزند ابی طالب علیہ السلام است و قاتل ابطال عرب است و مفرج ہموم و کرب است و عیبۃ علوم نبوت و معدن علم و فنون است و حجۃ اللہ و وصی رسول اللہ است۔

و ہمچنیں تعداد صفات آنحضرتؑ چنانچہ باید و شاید نمود پس امیر المومنین علیہ السلام سر بر آوردہ و فرمود کہ چیست ترا یا اباسعد بن فضل بن ربیع بن مدرکہ بن بخیتہ بن صلت بن حرث بن اشعث بن سمیع دلیجی مطلبی کہ داری بگو ہر چہ میخواہی بخواہ پس آں مرد گفت بمن رسیدہ کہ تو جانشین رسول خدائی و حلال مشکلائی و من رسولم از جانب قبیلہ عقمہ کہ شصت ہزار خانہ دارند و فرستادہ اند با تن جوانی را کہ کشتہ شدہ است و اختلاف و رمیان قوم بہم رسیدہ است در قاتل او و اینک آنجوان در تابوت بر در ایں مسجد اگر تو اورا زندہ کنی کہ کشندۂ خود را نشان دہد و فساد از ایں قوم بصلاح بدل شود من با ایں قوم ہمہ اسلام می آوریم والا براہی کہ آمدہ ایم و بر کفر و دین خود ثابت خواہیم بود گمان ما ایں ست کہ ایں قوم تیغ بر یکدیگر نہند تا کار شان بیک جا رسد۔

میثم گوید پس آنحضرت امر فرمود بمن کہ یا میثم بر شتر ایں مرد سوار شود در کوچہای کوفہ ندا کن کہ ہر کہ میخواہد نظر کند بآنچہ خدا بعلی بن ابی طالب کہ

برادر رسُول است ووصی او عطا نموده باید که در ظاهر نجف حاضر شود پس من بر شتر او سوار شدم و در کوچهای کوفه ندا کردم و خلق تمامی آنجا حاضر شدند حضرت امیرالمؤمنین با آنمرد خطاب نمود که تو نیز باهمراهان خود و این تابوت نیز در آن محل حاضر آئید و آنحضرت با عمامه و جامهٔ رسُول خدا حاضر شده فرمود که سر تابوت واگشودند جوانی مخطط خوش رو دی و خوش موی دراد بود حضرت امیرالمؤمنین علیه السلام از آن مرد پرسید که از قتل این جوان چند روز گزشته گفت چهل و چهار روز شده که شام در بسترش خوابیده بود و صبح او را کشته یافتند که سرش را از گوش تا گوش بریده بودند و پنجاه کس طالب خون او بیند و امیدوارند که باعجاز شما زنده شود و قاتل خود را نشان دهد تا شک و شبهه از خاطرها برود۔

پس حضرت امام علیه السّلام فرمود که قاتل او عم او است چرا که دختر او را خواسته بود و او را گذاشته عم او از این غصّه او را کشته است اعرابی گفت یا ولی الله تا مردم از این پسر آنچه فرمودید نشنوند فتنه از میان ... بر طرف نمیشود بعد از آن امیرالمؤمنین علیه السلام برخواسته حمد و ثنای ... بجای آورد و صلوات بر رسول خدا فرستاده گفت که بقره بنی اسرائیل نزد حق تعالی عزیز تر از علی بن ابی طالب نبود که بعد از هفت روز پارهٔ او را بر مرده زدند بحکم خدا آن مرده زنده شد من پاره ای از اعضای خود را برین مرده میزنم بیقین که عضوی از من ترد واجب تعالی عزیز تر از جمیع اعضای آن بقره است و بیش آمده سر پای مبارک را بر آن جوان زده سر مود که یا مدرکه بن حنظله بن یحیی برخیز میثم گوید فی الحال دیدم که جوانی هم چو آفتاب برخواسته

گفت" لبيك لبيك يا حجة الله على الا نام والمتفرد بالفضل والا نعام، آنحضرت پرسید که من قتلك يا غلام یعنی ای پسر ترا که کشته است پسر در جواب گفت" قتلنى عمى حارث بن غسان" یعنی مرا عم من حارث کشته است پس امیرالمؤمنینؑ گفت بآن پسر که برو بمیان قوم خود و ایشانرا خبر ده پسر گفت یا مولا مرا دیگر کاری بقوم و قبیله نیست میترسم که مرا بار دیگر بخشند و از خدمت شما محروم بمانم و نتوانم دیگر بپا بوس مولای خود رسید یا مولی نمیردم پس آنحضرت رو بجانب آن مرد کرده فرمود که تو برو بجانب قوم خود و اخبار کن ایشانرا بآنچه دیدی و شنیدی آن مرد نیز گفت" لا والله لا افارقك یعنی نمیروم بخدا قسم ای مولای من و بعد از این از شما جدائی نمیکنم بلکه در خدمت شما میباشم تا وقتی که اجل موعود برسد و از رحمت حق تعالی دور باد کسی که حق بر او ظاهر شود و تابع و پیرو حق نشود و آن هر دو تن با خدم و عبیدی که همراه داشتند در خدمت امیرالمؤمنین علیه السّلام لبسر میبردند تا سفر صفین پیش آمد و در آن سفر بمرتبه شهادت فایز شدند" (حدیقة الشیعه ص۲۹۳ مـ ایران)

کتاب روضہ میں جو معتبر اور مستند ہے بہ سند صحیح میثم تمار سے نقل کیا ہے کہ ہم کثیر تعداد میں مسجد کوفہ میں خدمت امیرالمومنین میں جمع تھے کہ دروازۂ مسجد سے ایک شخص بلند قامت باشمشیر معہ خدم و حشم اندر داخل ہوا۔ ہم سب حیران تھے کہ یہ شخص کون ہے اور کیوں آیا ہے۔ اس نے آتے ہی بہ الفاظ فصیح اور بلند آواز سے کہا تم میں وہ کون ہے جو حرم میں پیدا ہوا ہے، جو دو سخا میں مشہور ہے اور خلیفۂ رسُول و زوج بتولؑ ہے۔ غالب علیٰ کل غالب علیؑ ابن ابی طالبؑ

ہے۔ حاملِ علم نبوّت ہے اور معدنِ علمِ فتوت ہے۔ پس امیرالمومنینؑ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا، اے ابا سعد بن فضل بن ربیع بن مدرکہ بن نجیبہ بن صلت بن حرث بن اشعث بن سمیع دبیجی۔ تجھے کیا ہو گیا ہے جو مطلب کہ تو رکھتا ہے بیان کیوں نہیں کرتا، اس شخص نے کہا، میں نے سُنا ہے کہ آپ جانشینِ رسُولؐ ہیں اور حلّالِ مشکلات ہیں۔ میں قبیلہ عقیمہ کا جو ساٹھ ہزار خانہ ہائے آباد ہیں۔ ان لوگوں نے مجھے ایک جوان کی میّت دے کر بھیجا ہے جس کو قبیلہ کے کسی شخص نے قتل کر دیا ہے۔ قبیلہ میں سخت اختلاف پیدا ہو گیا ہے، قریب ہے کہ ہزاروں بے گناہوں کا خون بہہ جائے آپ اگر اس کو زندہ کر دیں اور یہ اپنے قاتل کا نام بتلا دے تو یہ فساد فرو ہو سکتا ہے۔ میثم تمّار کہتے ہیں کہ امیرالمؤمنین نے مجھے حکم دیا کہ میں کوفہ کے گلی، کوچہ میں یہ منادی کرا دوں کہ جس کسی کو علیؑ ابن ابی طالبؑ برادرِ رسُولؐ خدا کی طاقتِ الہیّہ کا مظاہرہ دیکھنا ہو تو وہ آ جائے۔ چنانچہ ایک بڑی مخلوق جمع ہو گئی۔ امیرالمؤمنین نے اس مرد اور اس کے ساتھیوں کو بلایا۔ جوان کی لاش سامنے رکھی گئی۔ آپؑ نے پُوچھا، اس کے قتل کو کتنا زمانہ گزرا؟ اُس مرد نے کہا، اکتالیس روز قبل، رات کو اپنے بستر پر بہ آرام سویا، صبح کو مقتول پایا گیا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا، اس کا قاتل اس کا چچا ہے۔ کیونکہ اس کی لڑکی سے اس نے رشتہ کرنے کو انکار کر دیا تھا، اس شخص نے کہا، یا امیرالمؤمنین! جب تک آپ اس کو زندہ کر کے اس کی زبان سے قاتل کا نام نہ کہلوا دیں گے، فتنہ فرو نہیں ہو سکتا۔ امیرالمؤمنین نے پہلے حمد و ثنائے الٰہی فرمائی۔ رسُولِؐ خدا پر درود و سلام بھیجا، پھر دُعا کے لیے دستِ مبارک بلند کیے اور کہا کہ

بنی اسرائیل کی گائے حق تعالیٰ کی نظر میں علیؑ سے زیادہ عزیز نہ تھی کہ سات روز کے بعد اس گائے کا ایک ٹکڑا مُردہ کے جسم پر مارا اور مُردہ زندہ ہو گیا۔ میں اپنے اعضاء کا ایک حصّہ اس کے جسم پر مارتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ میرا عضوِ بدن، خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس بقر (گائے) کے تمام اجزاء سے عزیز تر ہے (البقرۃ بنی اسرائیل کا واقعہ قرآن مجید میں تفصیل سے ہے۔ دیکھنے والے دیکھ سکتے ہیں۔) پھر آپ نے آگے بڑھ کر ایک ٹھوکر ماری اور فرمایا:- یا مدرکہ بن حنظلہ بن یحیٰ " قُم باذن اللہ " اللہ کے حکم سے اُٹھ بیٹھ! میثم تمار کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ وہ جوان (مردہ) لبّیك لبّيك يا حُجّةَ الله! کہتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ حضرتؑ نے اُس سے پوچھا، تجھ کو کس نے قتل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرے چچا حارث بن غسان نے۔ آپ نے فرمایا اچھا جا اور اپنی قوم کو جا کر خبر دے۔ اس نے کہا میں اب اپنی قوم میں واپس نہیں جانا چاہتا، باقی زندگی مولا آپ کے قدموں میں گزاروں گا۔ آپ نے اُس مرد سے کہا تو ہی جا کر قوم کو اپنے اس امر سے مطلع کر دے۔ اُس شخص نے بھی یہی بات کہی۔ کہ واللہ میں اب آپ کے قدموں سے جُدا نہیں ہونا چاہتا۔ چنانچہ دونوں نے خدمتِ امیرالمومنینؑ ہی میں زندگی گزار دی۔ اور جنگِ صفین میں مرتبہ شہادت پر فائز ہُوئے۔

مثال نمبر ۴

تبدیلی انواع پر تصرف

علامہ مقدس اردبیلی لکھتے ہیں۔

وازجملہ قرب ومنزلت آنحضرت بدرگاہ الٰہی آنکہ اسماء عظام ربانی بیشتر از آنچہ ہمہ پیغمبران صلوات اللہ علیہم اجمعین تعلیم کردہ بودند بآنحضرت بہ تنہائی تعلیم دادہ شدہ بود چہ ہر معجزہ از ہر پیغمبری ببرکت اسمی ظہور کردہ وجمیع آنہا از آنحضرت بکرات ومرات ظاہر شدہ ودعای آنحضرت رد نمی شد وہر اسمی راہر نیتی کہ بر زبان میراند فی الفور اثر آن بظہور میرسید واگر زبان را بدفع اعداء حرکت نمیداد در آں رضای الٰہی منظور بود چنانچہ مشہور است کہ خارجی را با دیگری خصومت بود محاکمہ بنزد آنحضرت بردند حضرت امیر المومنینؑ حکمی کہ بابت کرد آں خارجی گفت ولا عدلت فی القضیۃ" یعنی درایں قضیہ بعدالت حکم نکردی امیر المومنین علیہ السلام گفت " اخسا یا عدو اللہ " فی الحال خارجی بصورت سگی شدہ رختی کہ پوشیدہ بود بہ ہوا رفت وآں ملعون دم میجنبانید وجزع میکرد واشک از چشمش میرفت پس آنحضرت را بر در رحم آمدہ لب مبارک بجنبانید خارجی بصورت اوّل شد رختش" (حدیقۃ الشیعہ ص۴۲۵)

یعنی خداوندِ عالم نے اپنے "اسماءِ اعظم" ہر نبی کو تعلیم فرمائے اور سب سے زیادہ، سیّد الانبیاء، اور سیّد الاوصیاء (وصی محبوبؐ خدا) کو تعلیم فرمائے، جس کا اثر یہ تھا کہ جو دُعا بھی آپ ان کے توسّل سے مانگتے قبول ہو جاتی۔ جو زبان سے فرماتے فوراً ظہور پذیر ہو جاتا، چنانچہ ایک روز ایک خارجی اور ایک دوسرے شخص میں نزاع ہوا اور مقدمہ امیر المومنینؑ کے سامنے پیش ہوا اور آپ نے فیصلہ خارجی کے خلاف دیا۔ وہ بگڑا اور کہا، آپ نے فیصلہ عدالت کے خلاف کیا۔ آپ کو یہ بات ناگوار گزری، برافروختہ ہو کر فرمایا " اخسا یا عدو اللہ " فی الفور وہ

خارجی کتّا ہو گیا اور لباس ہوا میں اُڑ گئے۔ وہ روتا تھا اور دُم ہلاتا تھا۔ آپؑ کو اس پر رحم آیا اور پھر اس کو اصل شکل میں کر دیا۔ یعنی آدمی بنا دیا۔

مثال نمبر

تصویر کو شیر بنانا

کتاب عیون اخبار الرضا میں مذکور ہے کہ مامون الرشید نے جب امام علیؑ رضا کو ولی عہد بنا دیا تو کچھ عرصہ بعد قحط کے آثار رونما ہوئے سلسلہ ابر و باراں منقطع ہو گیا مامون الرشید پریشان ہوا کسی امامؑ کی خدمت میں طلب باراں کی دُعا کے لیے بھیجا آپ نے فرمایا کہ میرے جدّ رسولِؐ خدا نے مجھ سے خواب میں فرمایا کہ طلب باراں کے لیے دُعاء کو صحرا کا رُخ کرو، خدا تمہاری دُعا قبول فرمائے گا۔ چنانچہ آپ دُعاء کے لیے صحرا میں تشریف لے گئے لوگ ہمراہ تھے۔ جب آپ نے دُعاء فرمائی تو ابر اُٹھا لوگ خوش ہوئے۔ آپؑ نے فرمایا یہ بادل یہاں نہیں فلاں مقام پر برسے گا۔ بادل پھر اُٹھا، پھر آپؑ نے فرمایا کہ یہ فلاں مقام پر برسے گا۔ یہاں تک کہ کئی بار بادل اُٹھے اور چلے گئے آخری بار جو بادل اُٹھا، تو آپؑ نے فرمایا، یہ بادل تمہارے واسطے ہے اب تم لوگ اپنے اپنے گھر چلے جاؤ، چنانچہ کچھ لوگ ابھی گھر پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی اور جل تھل ہو گیا۔ لوگوں نے آپؑ سے درخواست کی کہ اب شہر تباہ ہونے والا ہے۔ فرزندِ نبیؐ اس بارش کے تھم جانے کی دُعاء فرمایئے، امام نے دُعاء کی اور بارش رُک گئی۔ یہ واقعہ زبان زد خاص و عام ہوا۔ لوگوں کی عقیدت امام سے بڑھ گئی۔ حاسدین اور معاندین

نے مامون رشید سے جاکر شکایت کی کہ بارش تو خدا کے حکم سے آئی تو نے امامؑ کو بھیج کر ان کو مقبولِ عام اور خود کو ناکام بنا دیا۔ ہمیں حکم دے کہ ہم ان کو بلاکر ان سے مباحثہ کریں اور ان کی مجبوری دُنیا پر ظاہر کر دیں۔ مامون رشید نے اجازت دے دی۔ امام کو بلایا گیا اور مخالفین نے کہا کہ یہ بارش جس کو آپؑ اپنی دُعا کا نتیجہ بتاتے ہیں یہ تو خدا کے حکم سے اتفاقاً اپنے وقت مقررہ پر آئی۔ آپ کا اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔ بلاوجہ امیر المومنین مامون الرشید نے یہ عزت آپ کو بخش دی۔ امام نے فرمایا کہ مخلوق جس نعمت کی شکر گزار ہے میں بھی اس نعمت کا شکر گزار ہوں رہا یہ کہ تیرے امیر المومنین نے یہ عزت مجھے بخشی ہے قطعی غلط ہے۔ یہ مقام اور مرتبہ خداوند عالم کی جانب سے مجھے کرامت ہوا ہے۔ انہوں نے کہا، اچھا خدا کی جانب سے کرامت ہوا ہے تو تم بھی ابراہیم کی طرح کہ انہوں نے مردہ طائروں کو زندہ کیا تھا۔ اس قالین کے دو شیروں کی تصاویر کو حکم دیں کہ یہ زندہ ہو کر ہمیں کھا جائیں۔ امامؑ نے تحکمانہ انداز سے شیروں کی تصویر سے خطاب فرمایا: "دونکما فاجر" یعنی اس فاجر کو کھا جاؤ۔ امام کا یہ فرمانا تھا کہ خدا کے حکم سے وہ دونوں شیر زندہ شیر بن گئے۔ اور اس دشمن خدا کو کھا گئے

(حدیقۃ الشیعہ ص۶۷۹)

اس واقعہ کو علامہ شیخ صدوق نے اپنی کتاب "امالی صدوق" کے صفحہ نمبر ۱۴۸ اور علامہ ابو القاسم الحائری نے اپنی تفسیر "لوامع التنزیل" جلد ۱۶ صفحہ نمبر ۳۵۲ پر درج کیا ہے۔

مثال نمبر ٦

زمین کی وسعتوں پر تصرف

میدانِ تبوک میں پہنچنا

یہ بات کم و بیش سب ہی جانتے ہیں کہ غزدۂ تبوک میں حضرت علیؑ شریک نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ حضورؐ نے انہیں مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑا تھا۔ اور غزدۂ تبوک میں واضح اکثریت کے باوجود مسلمانوں کو ہزیمت سے دو چار ہونا پڑا۔ اور ان کے قدم میدانِ جنگ سے اکھڑ گئے۔ حضورؐ کو پریشانی ہوئی۔

فنزل جبرائیل وقال یانبی اللہ إنّ اللہ یقرئک السّلامؑ ویبشرك بالنصرة ویخبرك ان شئت انزلت الملائكة یقاتلون وان شئت علیا فادعه یاتیك فاختار النبی صلی اللہ علیه و آله علیا فقال جبرائیل دووجهك نحوالمدینة ونادیا ابا الغیث ادركنی یا علی ادركنی، ادركنی یاعلی قال سلمان الفارسی وكنت مع من تخلف مع علی علیه السّلامؑ فخرج ذات یوم یرید الحدیقة فمضیت معه فصعد النخلة ینزل كربًا فهو ینشروانا الجمع اذ سمعته یقول لبیك لبیك ها

انا جئتك ونزل والحزن ظاهر عليه ودمعه ينحدر فقلت ما شانك يا ابا الحسن قال یا سلمان حبیبش رسول الله صلى الله عليه وآله قد انكسر وهو يدعوني ويستغيثني ثمّ مضى فدخل منزل فاطمة عليها السلام واخبرها وخرج قال يا سلمان ضع قدمك موضع قدمي لا تخرم منه شيئا قال سلمان فاتبعته حذو النعل بالنعل سبع عشرة خطوة ثمّ عاينت الجيشين والجيوش والعساكر فصرخ الامام صرخة لهب لها الجيشان وتفرقوا ونزل جبرائیل الی رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فرد عليه السّلام واستبشر به ثمّ عطف الامام على الشجعان فانهزم الجمع وولوا الدبر ورد الله الذين كفروا بغيظهم لم ينالوا خيرًا وكفى الله المؤمنين القتال بعلی امیر المومنین ؛

(مدینۃ المعاجز ص۹۳ مطبوعہ)

توحضرت جبرئیل نازل ہوئے۔ اور کہا کہ اے خدا کے نبی! خدا آپ کو سلام کہتا ہے اور فتح ونصرت کی بشارت دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو خدا مقابلہ کے لیے فرشتوں کو نازل کر

دے اور چاہیں تو علی کو آواز دیں وہ فوراً آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ حضورؐ نے حضرت علیؑ کو پکارنا پسند کیا۔ جبرئیل نے کہا کہ آپ مدینہ کی طرف منہ کر کے آواز دیں۔ کہ اے مشکل کشا! میری مدد کو پہنچو! اے علیؑ میری امداد کو آیئے۔ حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ ایک باغ میں موجود تھا اور آپ کھجور کے درخت پر سے خشک شاخوں کو توڑ رہے تھے اور میں نیچے جمع کر رہا تھا کہ میں نے سُنا، کہ امیر المومنینؑ نے لبیک لبیک یا رسُول اللہ کہا اور روتے ہوئے نیچے اترے اور آثارِ حزن آپؑ کے چہرہ پر عیاں تھے، میں نے عرض کیا کہ مولا آپ کی پریشانی کا سبب کیا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا۔ کہ سلمان! حضورؐ کے لشکر کو شکست ہو گئی ہے اور آپ نے مدد کے لیے مجھے پکارا ہے، آپ دولت سرائے سیّدہ میں تشریف لے گئے۔ جنگ کی زرہ کو زیب تن فرمایا اور سیّدہ کو صورتِ حال سے آگاہ فرمایا۔ پھر آپ دردولت سے باہر تشریف لائے۔ اور فرمایا سلمانؓ! میرے قدموں کے نشان پر اپنا قدم رکھتے آنا اور پاؤں کو ادھر اُدھر نہ ہونے دینا۔ حضرت سلمان کہتے ہیں کہ قسم بخدا ابھی میں نے سترہ (۱۷) قدم ہی شمار کیے تھے کہ دونوں صفوں کے درمیان آ گئے اور غیض و غضب کے ساتھ کفار پر حملہ آور ہوئے اور انہیں منتشر کر دیا۔ اس وقت حضرت جبرئیل

نازل ہوئے۔ حضورؐ کو سلام عرض کیا اور یہ آیت پڑھی۔

" کفی اللہ المومنین القتال "بعلی امیرالمومنین"

(مدینۃ المعاجز ص۹۳ م تہران)

اللہ جنگ میں علیؑ کے ذریعے مومنین کے لیے کافی ہے۔

مثال نمبر

ارض وسماء پر تصرّف

مجلسی ثانی جامع المعقول والمنقول علامہ السیّد عبداللہ شبّرؒ قدس سرّہ نے امیرالمومنین حضرت علیؑ علیہ السّلام کا ایک ارشاد نقل کیا ہے جس کے چند فقرات ہم افادۂ مومنین کے لیے درج کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:۔

" انا عبد اللہ واخو رسول اللہ وانا امین اللہ وخازنہ وعیبۃ سرہ وحجابہ ووجھہ وصراطہ و میزانہ وانا الحاشر الی اللہ وانا کلمۃ اللہ التی یجمع بھا المفرق ویفرق بھا المجتمع وانا اسماء اللہ الحسنی وامثالہ العلیا وآیتہ الکبری وانا صاحب الجنۃ والنار اسکن اھل الجنۃ الجنۃ واسکن اھل النار النار والی تزویج اھل الجنۃ والی عذاب اھل النار والی ایاب

الخلق جمیعا وانا الایاب حب الذی یوب الیہ کل شی بعد القضاء والی حساب الخلق جمیعا وانا صاحب الھنات وانا المؤذن علی الاعراف وانا بارز الشمس وانا دابۃ الارض وانا قسیم النار وانا خازن الجنان وصاحب الاعراف وانا امیرالمومنین ویعسوب المتقین وآیۃ السابقین ولسان الناطقین وخاتم الوصیین ووارث النبیین وخلیفۃ رب العلمین وصراط ربی المستقیم وقسطاسہ والحجۃ علی اھل السماوات والارضین وما فیھما وما بینھما وانا الذی احتج اللہ بہ علیکم فی ابتداء خلقکم وانا الشاھد یوم الدین وانا الذی علمت علم المنایا والبلایا والقضایا وفصل الخطاب والانساب واستحفظت آیات النبیین المستخفین وانا صاحب العصاء والمیسم وانا الذی سخرت لی السحاب والرعد والبرق والظلم والانوار والریاح والجبال والبحار و النجوم والشمس والقمر وانا القرن الحدید وانا فاروق الامۃ وانا الھادی وانا الذی احصیت کل شئ عددا بعلم الذی اودعتہ ولسرہ الذی

اسراه الی محمد واسره النبی الیّ وانا الّذی انجلینی ربی اسمه وکلمته وحکمه وعلمه وفهمه یامعشر الناس اسئلونی قبل ان تفقدونی۔

(حق الیقین ج ۲ ص۶ مطبوعہ ایران)

مَیں اللہ کا بندہ اور رسُول اللہ کا بھائی ہوں، خدا کا امین۔ اس کا خزانچی، اس کے بھیدوں کا مرکز ہوں۔ میں ہی اس کا چہرہ، صراطِ مستقیم اور میزان ہوں۔ خدا کی طرف مخلوقِ خدا کو اکٹھا کرنے والا ہُوں۔ کیونکہ میں اللہ کا وہ کلمہ ہوں جس سے لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ مَیں اللہ کے اسمائے حسنٰی، اس کی مثل الاعلیٰ (امثال عُلیا) اور آیاتِ کُبرٰی ہوں، جنت و دوزخ کا مالک ہوں اس لیے اہلِ جنّت کو جنّت میں اور جہنمیوں کو جہنم میں بھیجونگا۔ جنتیوں کی شادی میں کروں گا اور جہنمیوں کو عذاب سے دوچار بھی میں ہی کروں گا۔ مخلوقِ خدا کو میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ میں وہ ہُوں جس کے پاس بعد موت ہر شے کو پلٹنا ہے۔ میں ہی تمام خلق سے حساب لُوں گا۔ میں صاحب صفات ہوں اور مقامِ اعراف پر اذان بھی مَیں دوں گا۔ میں ہی سُورج کو نکالتا ہوں اور میں ہی دابۃ الارض ہوں (جس کا قرآن میں ذکر کیا گیا ہے)۔ میں قسیم النّار، خازنِ جنّت اور صاحب اعراف ہوں۔ میں امیر المومنین یعسوب المتقین، آیت السابقین

اور بولنے والوں کی زبان ہُوں۔ میں ہی خاتم الوصیین، وارث النبیین ہوں، خلیفہ رب العالمین، صراطِ مستقیم اور زمینوں، آسمانوں کی ہر شے پر حجت خدا ہوں۔ تمہاری خلقت سے تم پر حجّت اور روزِ جزا کا شاہد ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے پاس منایا دبلایا، قضایا، فصل الخطاب اور انساب کا علم ہے۔ آیاتِ انبیاء کا محافظ، عصا و میسم کا مالک ہوں۔ میں ہی وہ ہوں۔ کہ بادل، رعد و برق تاریکی و روشنی، ہوائیں، پہاڑ، بحر بیکراں نجوم اور شمس و قمر جس کے تابع کر دیئے گئے ہیں۔ مَیں لوہے کا قرن، فاروق الامت اور ہادی ہوں۔ میں وہ ہوں۔ جس نے ہر چیز کو گن گن کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس علم کے ساتھ جو مجھے ودلیعت کیا گیا ہے اور اس راز کے ذریعہ جو خدا نے حضورؐ کو عطا فرمایا اور پھر حضورؐ نے اس راز سے مجھے آگاہ کیا۔ مَیں وہ ہُوں جسے خدا نے اپنا اسم، علم و حکمت اور فہم و دانش عطا فرمایا ہے۔ لہٰذا اے لوگو! قبل اس کے کہ میں تم میں نہ رہوں۔ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔

اسے عالمِ نبیل اور فاضل جلیل علامہ الشیخ حسن بن سلیمان حلی المتوفی ۸۰۲ھ نے اپنی کتاب "مختصر بصائر" کے صفحہ نمبر ۲۲ پر بھی نقل کیا ہے۔

*

مثال نمبر ۸

بادلوں پر تصرف

سماعۃ بن مہران کہتے ہیں۔

" کنت عند ابی عبد اللہ علیہ السلام فأرعدت السماء و ابرقت فقال ابو عبد اللہ علیہ السلام اما انہ ما کان من ھذا الرعد ومن ھذا البرق فانہ من امر صاحبکم قلت : من صاحبنا، قال : امیر المؤمنین علیہ السلام"

(الاختصاص شیخ مفید ص ۳۲۷)

"میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھا، کہ آسمان پر بجلی چمکی اور بادل گرجے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم جانتے ہو۔ کہ بجلی کی یہ گرج و چمک کس کے حکم سے ہے۔ یہ تمہارے صاحب کے امر سے ہو رہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کون صاحب؟ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ امیر المومنین علیہ السلام۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ اس پایہ کے عالم اور ثقہ ہیں، کہ ان کے علم و فضل اور ثقاہت پر کچھ کہنا عبث ہے۔

مثال نمبر ۹

ستیارگان پر تصرف

نظام شمسی کے تمام سیارے خواہ وہ زمین ہو یا چاند، زہرہ ہو یا مشتری زحل ہو یا عطارد نیچون ہو یا یورانس ان سب کا سردار ستارہ سورج ہے۔ اور حقیقت میں اس سے حاصل ہونے والی انرجی (ENERGY) کو ان تمام سیاروں کی بقا میں بڑا عمل دخل ہے۔ اس مہیب اور طاقت کے مرکز کو ایک بار تو حضورؐ نے واپس پلٹایا اور دوسری بار مقام بابل پر صفین سے واپس آتے ہوئے مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے اسے واپس لوٹایا۔ جس کی تصدیق و توثیق شیخ مفید کی کتاب "الارشاد" صفحہ نمبر ۱۰۲، علامہ ابی محمد حسن بن محمد دیلمی کی کتاب، "ارشاد القلوب" صفحہ نمبر ۲۲۰ اور علامہ ہاشم بحرانی کی کتاب "مدینۃ المعاجز" کے صفحہ نمبر ۳۰ سے ہوتی ہے۔ اور اس مہیب ستیارہ کو پلٹا کر حضرت علیؑ نے سورج پر اپنے تصرف کا پتہ دیا۔

مثال نمبر ۱۰

فرشتوں پر تصرف

علامہ سید اسماعیل طبرسی نوری عظمت محمدؐ و آل محمدؐ پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" نسبت خلق بجناب اسرافیل و نسبت رزق بجناب میکائیل

ونسبتِ اماتہ بجناب عزرائیلؑ (ع) وسائر ملائکہ از موکلین آبؑ
باد وامثال آں پس میگویم کہ شانِ محمدؐ وآلِ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم اجل وارفع از آں است۔"

(کفایت الموحدین ج ۱ صفحہ ۲۴۹ طبع ایران)

خلق کو حضرت اسرافیل کی طرف، رزق کو میکائیل کی طرف اور موت کو جناب عزرائیل علیہم السّلام کی طرف نسبت دی گئی ہے اور اسی طرح تمام ملائکہ جو پانی اور ہوا اور دیگر چیزوں پر مؤکل ہیں (یہ امور ان کی عظمت کی دلیل ہیں) مگر میں یہ کہتا ہوں کہ شانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ ان سے بہت بلند اور اعلیٰ وارفع ہے۔

پھر فرماتے ہیں :-

" ہمہ ملائکہ وسائر خلائق خدام و عتبہ بوسِ درگاہ آں بزرگوار اند و خدائے تعالٰے آں بزرگوار انرا ولی بر کائنات نمودہ ، از ملائکہ و انبیاء ، وارضین و سموات وآنچہ در آنہا است کہ از برائے ایشاں است تصرف در آنہا بامر و اذن حضرت آفریدگار ، و ہیچ ملکے عملے نمی نمایند وحرکت نمی نمائند وتصرفی نمی کنند مگر باذن ایشاں"

(کفایت الموحدین ج ۱ صفحہ ۲۴۹ طبع ایران)

تمام ملائکہ اور جملہ مخلوق ان بزرگواروں کی درگاہ کے عتبہ بوس ہیں اور خدائے بزرگ و برتر نے ان ذوات مقدسہ کو تمام کائنات کا ولی بنایا ہے۔ (اور چونکہ یہ ولی کائنات ہیں) اس لیے ملائکہ

وانبیاءؑ اور زمینوں آسمانوں اور جو کچھ ان میں ہے۔ یہ سب انہی کے صدقہ میں اور انہی کے لیے ہے ۔۔۔ اور انھیں باذنِ خدا ان پر تصرف حاصل ہے (اس حد تک کہ) کوئی فرشتہ نہ کوئی فعل بجالاتا ہے اور نہ کوئی فرشتہ کوئی حرکت کرتا ہے اور نہ کوئی تصرّف کرتا ہے مگر ان ذواتِ مقدسہ کی اجازت و اذن سے یعنی تمام ملائکہ ان کے اذن کے تحت افعال بجالاتے اور کائنات میں تصرف کرتے ہیں۔

علاّمہ مرزا حسین نوریؒ لکھتے ہیں۔

" الملك لا يتحرك الا باذنه عليه السلام"

(نفس الرحمٰن ص ۶۸)

کوئی فرشتہ امام کی اجازت کے بغیر حرکت نہیں کرتا۔

آیئے! آپ کو کفایت الموحدین کی ایک اور پُر مغز و معرفت پر مبنی عبارت سے روشناس کرائیں۔ چنانچہ عمدۃ الاصولیین علامہ سید اسمٰعیل طبرسی نوری لکھتے ہیں۔

" شکی نیست کہ ائمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین از برائے ایشاں است ولایت مطلقہ کہ حق تعالیٰ قرار داد از برائے ایشاں وآں را جاری وساری ساخت در کافۂ کائنات وقرار داد در نزد ایشاں ہفتاد و دو اسم اعظم الٰہی اینکہ تصرف نمایند در کافۂ کائنات بامر و اذن خدائے خصوصاً در مقام اعجاز کہ قادر ند بامر الٰہی منقلب

نمایند ارض را السماء وسماء را بارض و دنیا را بآخرت و آخرت را بدنیا۔" (کفایۃ الموحدین ج ۱ ص ۲۳۹ ط ایران)

"اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ ائمہ طاہرین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس خدا کا عطیہ ولایت مطلقہ ہے، جو اس نے تمام کائنات میں جاری وساری فرمائی ہے۔ ان ذواتِ مقدسہ کو اسم اعظم کے بہتّر (۷۲) حروف عطا کیے ہیں، تاکہ ان کے ذریعہ سے وہ تمام کائنات میں باذنِ خدا تصرف کر سکیں۔ اور مقام اعجاز میں تو انہیں اتنی قدرت حاصل ہے کہ وہ حکم خدا سے زمین کو آسمان اور آسمان کو زمین، دُنیا کو آخرت اور آخرت کو دُنیا بنا سکتے ہیں۔

قرآن
اور
ولایت علیؑ

قرآن
اور
ولایتِ علیؑ

اَب آیئے! قرآن مجید کی آیتِ بلغ کی طرف جس میں ارشاد باری ہے:

"یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ

(پ۶ المائدہ آیت نمبر ۶۷)

اے رسولؐ پہنچا دو (تبلیغ کر دو) وہ جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اور اگر تم نے یہ نہ کیا تو (سمجھ لینا) تم نے تبلیغ رسالت نہیں کی اور اللہ تمہیں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

اس آیت پر مفصّل گفتگو تو اُس اگلے باب میں کی جائے گی۔ جو اہلِ سُنّت حضرات کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ یہاں کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ ہر شعیہ اس آیت کے شانِ نزول سے واقف ہے اور اس کے پس منظر سے بھی۔

یہاں جس نکتہ پر ہم بطور خاص زور دینا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اس

آیت کا نزول ۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۰ھ بمقام غدیر خم ہوا۔ یعنی حضورؐ کے انتقال سے دو ماہ دس دن قبل۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ واقعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری زندگی کے آخری ایام کے واقعات میں سے ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب حضورؐ تمام دین پہنچا چکے ہوئے تھے توحید و رسالت، قرآن اور جُملہ احکام شریعت۔ کیونکہ یہ آیت حضورؐ کی تبلیغ کے تیئیس سالوں میں سے آخری سال کے آخری ایّام میں نازل ہوئی ہے اور تبلیغ کے تمام فرائض انجام پا چکے تھے۔ ایسے میں آیت کا نزول خصوصاً ان لفظوں کے ساتھ

"کہ اگر تم نے یہ کام نہ کیا تو گویا تم نے رسالت ہی نہیں پہنچائی"

صاف طور پر بتلاتا ہے۔ کہ اعلان و تبلیغ ولایتِ علی کے بغیر توحید و رسالت اور دین و شریعت کا پہنچانا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا۔

چنانچہ تفسیر الصّافی میں ہے۔

"کانک لم تبلیغ شیئاً من رسالات" (الصافی جلد ا ص۴۵۶)

"اگر آپ نے ولایت علیؑ کی تبلیغ نہیں کی تو گویا آپ نے رسالت کی کسی شے کی تبلیغ نہیں کی۔"

جس طرح اقرار رسالت کے بغیر اقرارِ توحید اور نیک اعمال کی بجاآوری قطعاً نفع بخش نہیں ہے۔ اسی طرح مفہوم آیت کی رُوح سے اعلانِ ولایت علیؑ کے بغیر دین کا پہنچانا کارآمد و نافع نہیں ہے۔

اس حقیقت کا اظہار مولائے کائنات امیرالمومنینؑ نے بایں الفاظ

فرمایا ہے۔

" ومن لم یقر بولایتی لم ینفعه الاقرار نبوة محمد الا انهما مقرونان "

(مقدمہ مشکوٰۃ الانوار ص۲)

"جس نے میری ولایت کا اقرار نہ کیا اسے حضورؐ کی نبوّت کا اقرار کوئی فائدہ و نفع نہیں دے گا۔ آگاہ رہو کہ یہ دونوں شہادتیں یعنی (شہادت نبوّت اور شہادتِ ولایت) لازم و ملزوم ہیں۔"

اور جب امام الانبیاء اور سیّد المرسلین کی وہ تمام مساعی جو آپؐ نے دین کے پہنچانے میں کیں اس وقت تک عنداللہ مشکور قرار نہیں پاتیں، جب تک آپ ولایت علیؑ کا اعلان نہ کر دیں تو ہم کلمہ پڑھنے والوں کا اقرار توحید و رسالت یا اعمالِ صالح کی بجا آوری اس وقت تک مقامِ قبولیت کو حاصل کیسے کر سکتے ہیں۔ جب تک توحید و رسالت کے ساتھ اقرار ولایتِ علیؑ نہ کریں۔ اسی مقصد کو ہم کلمہ طیّبہ میں شہادتِ ثالثہ کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔

تکمیلِ دین

جب حضورؐ میدانِ غدیرِ خم میں ولایتِ علیؑ کا اعلان کر چکے تو جبرئیلؑ امیں نے یہ آیت پہنچائی۔

" اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا " (پ المائدہ آیت ۳)

"آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمتوں کو پورا کیا اور میں تمہارے دین سے خوش ہو گیا۔"

تمام مفسّرینِ عظام متفق ہیں۔ کہ یہ آیت بمقام غدیر خم بعد اعلانِ ولایتِ علیؑ نازل ہوئی۔

(ملاحظہ ہو (تفسیر العیاشی ج ۱ ص ۲۹۲ تفسیر الصافی ج ۱ ص ۴۵۷ تفسیر فرات ص ۳۶، امالی صدوق ص ۲)

صحائفِ انبیاء میں ولایتِ علیؑ

حضرت محمد بن فضیل امام موسیٰ الکاظم علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا۔

" ولایة علی علیه السّلام مکتوبة فی جمیع صحف الانبیاءؑ "

(الاختصاص ص ۱ للعلامة الشیخ المفید بصائر الدرجات ص ۹۲)

"اللہ نے ولایت علی کو تمام انبیاءؑ کے صحیفوں میں لکھ دیا ہُوا ہے۔"

انبیاءؑ و مرسلینؑ کی بعثت ولایتِ علیؑ پر

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ کہ جب شبِ معراج مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا۔

" اوحی اللّٰه عزّوجلّ ان سئل من قد ارسلنا قبلك من

رسلنا۔ علیٰ ماقد بعثوا فقلت لھم علیٰ ما بعثتم فقالوا علیٰ نبوتک وولایۃ علی بن ابی طالب۔"

(تفسیر مرأۃ الانوار ص۲۸، حق الیقین، علامہ شبر، ج۱ ص۱۵۱، کفایت الموحدین ج۲ ص۲۹۳، حدیقۃ الشیعہ ص۱۰۴)

تو خدا نے مجھے وحی کی۔ کہ میں انبیاء و مرسلین سے پوچھوں کہ تھیں کس شرط پر نبوّت و رسالت دی گئی۔ تو انہوں نے جواب دیا، کہ ہمیں آپ کی نبوّت اور علی کی ولایت پر نبوّت و رسالت دی گئی ہے۔

اور امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"ان اللہ اخذ میثاق النبیین علی ولایۃ علی علیہ السلام واخذ عہد النبیین علیٰ ولایۃ علیؑ۔"

(تفسیر مراۃ الانوار ص۲۶، بصائر الدرجات ص۹۳)

"اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے میثاق اور عہدِ ولایتِ علیؑ پر لیا تھا"

ثقۃ الجلیل و محدث نبیل علامہ الشیخ ابو جعفر محمد بن الحسن الصفار المتوفی ۲۹۰ھ جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے اجلّہ اصحاب میں سے تھے، اور جن کے ثقہ ہونے پر کسی عالم کو بھی کلام نہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "بصائر الدرجات" میں نو عدد روایات اس مضمون کی مختلف طریق سے درج کی ہیں ان میں چھ روایات صادق آلِ محمدؐ سے اور تین روایات امام محمد باقر علیہ السلام

سے ہیں۔

فرماتے ہیں:

"ولایتنا ولایۃ اللہ التی لم یبعث نبیاً قط الّا بھا۔" (بصائر الدرجات الجزء الثانی ص۹۵)

"ہماری ولایت اللہ کی ولایت ہے۔ خدا نے کسی نبی کو ہرگز مبعوث نہیں فرمایا مگر ہماری ولایت (کی شرط) کے ساتھ۔

ثقۃ الاسلام علامہ یعقوب کلینی نے بھی اس روایت کو اصول کافی جلد ۲ صفحہ نمبر ۲۱۹ پر درج کیا ہے۔

جمعہ کی وجہ تسمیہ

باقر العلوم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر الجعفی سے فرمایا۔ "اے جابر! کیا تمھیں معلوم ہے کہ جمعہ کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا ہے؟ جابرؓ نے عرض کیا۔ میری جان آپ پر فدا ہو، فرمایئے جمعہ کا نام کیوں رکھا گیا؟ امام نے فرمایا۔ سنو! جمعہ کا نام خدا نے جمعہ اس لیے رکھا، کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے اوّلین و آخرین اور جو کچھ اس نے خلق فرمایا۔ خواہ وہ جن ہوں یا انسان۔ اور تمام آسمانوں اور زمینوں، سمندروں اور جنت و جہنم غرضیکہ کل مخلوقات کو جمع کیا اور ان سے اپنی ربوبیت، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت اور علی علیہ السلام کی ولایت کا میثاق لیا۔"

(الاختصاص ص۱۲۹ مطبوعہ قم ، مراۃ الانوار ص۲۶)

اوفوا بعہدی سے مراد

سماعۃ بن مہران روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے صادق آلِ محمدؐ سے قولِ باری " اوفوا بعہدی اوف بعہدکم" کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا۔

" اوفوا بولایۃ علیؑ فرضاً من اللہ اوف لکم الجنۃ۔" (تفسیر العیاشی ج ۱ ص۴۲ مطبوعہ ایران)

اس سے مراد ہے کہ تم اپنے کیے ہوئے وعدہ کو ایفا کرو ولایت علیؑ کے ذریعہ یعنی تم ولایتِ علی کو جو خدا کی طرف سے تم پر فرض قرار دی گئی ہے، مانو تو میں تمھیں جنّت میں پہنچانے کا وعدہ پورا کروں گا۔

اس روایت کو "بحار الانوار ج ۹ ص۱۱۰، تفسیر البرہان ج ۱ ص۹۱ اور تفسیر فرات ص۸ اصول کافی ج ۲ ص۳۰ پر بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

ایمان اور کوئی عمل بغیر ولایت علی مقبول نہیں

امام الانبیاءؐ، حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

" النظر الی علی بن ابی طالب علیہ السلام عبادۃ وذکرہ ، عبادۃ ولا یقبل ایمان عبد ا الا بولایتہ۔" (امالی صدوق ص۱۳۰)

"علی کے چہرہ پر نظر ڈالنا عبادت اور اس کا ذکر بھی عبادت ہے۔ خدا کسی بندے کا ایمان بغیر ولایت علیؑ قبول نہیں کریگا۔"

اور جب ولایتِ علیؑ کے اقرار کے بغیر کسی کا بھی ایمان قبول نہیں تو اسی ولایت کے بغیر کسی کا عمل قبول کیونکر ہو سکتا ہے۔

امام رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے کرام کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث قدسی بیان فرمائی ہے۔ کہ خدا نے فرمایا۔

" لا اقبل عمل عامل منہم الا بالاقرار بولایتہ مع نبوّۃ احمد رسولی۔"

(امالی شیخ صدوق ص۲۲۳)

کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک وہ میرے رسول احمد مجتبیٰ کی نبوّت کے ساتھ ولایت علیؑ کا اقرار نہ کرے۔

اس حدیثِ قدسی میں صاف طور پر بتایا گیا ہے۔ کہ خدا کسی عامل کے عمل کو اس وقت تک شرفِ قبولیّت نہیں بخشتا، جب تک وہ عامل حضورؐ کی نبوّت و رسالت کے اقرار کے ساتھ اقرارِ ولایتِ علی نہ کرے یہاں کسی عمل کی تخصیص نہیں کی گئی۔ بلکہ یہ عمل عام ہے، جس سے نماز یقیناً خارج نہیں یعنی نماز بھی اس عمل میں شامل ہے۔ بالفاظ دیگر خدا کسی بندے کی نماز کو قبول نہیں کرتا، جب تک نماز ہی حضور کی نبوّت کے ساتھ ولایتِ علی علیہ السلام کا

اقرار نہ کرے۔

اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے تو یہاں تک فرمایا ہے۔

"والّذی نفس محمد بیدہٖ لو انّ احدھم وافی بعمل سبعین نبیّا یوم القیٰمۃ ما قبل اللّٰہ منہ حتی یوافی بولایتی وولایۃ علی بن ابی طالب علیہ السلام۔

(تفسیر البرھان ج ۱ ص ۲۷۹)

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے۔ اگر کوئی شخص قیامت کے دن ستّر نبیوں کے عملوں (کا ثواب) کے ساتھ آئے تو خدا اس کے عملوں کو کبھی قبول نہیں کرے گا۔ اگر وہ میرے ساتھ علی کی ولایت کو نہ مانتا ہو۔"

الفقیہ المحقق، وحید العصر علامہ الشیخ مفیدؒ المتوفی ۴۱۳ھ نے بھی اس حدیثِ مبارکہ کو اپنی کتاب "امالی مفید" کے صفحہ نمبر ۵۷ پر (مطبوعہ نجف اشرف) نقل کیا ہے۔

اس کے علاوہ کچھ اور قرآنی شواہد بھی ملاحظہ ہوں۔

*

ولایتِ علیؑ

کا

قرآنی ثبوت

پہلی آیت

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۗ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝

(پ۹ الاعراف آیت نمبر۱۷۲)

"اور (وہ وقت یاد کرو) جب کہ تیرے پروردگار نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو لیا اور انہیں ان کی اپنی ذات پر گواہ قرار دیا (اور ان سے پوچھا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں انہوں نے کہا ہاں! ہم گواہی دیتے ہیں (یہ اقرار اس لیے لیا) تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔"

اس کی تفسیر و تشریح حضرت باقر العلوم امام محمد باقر علیہ السلام کی مقدس زبان سے سنیئے۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ میں ولایتِ علیؑ

عَنْ جابر، عن ابی جعفر علیہ السلام، قال قلت لہٗ لم سمی امیر المومنین علیہ السلام امیر المومنین؟ قال سماہ اللہ و ھٰکذا انزلہٗ فی

کتابہ واذ اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم واشهدهم علی انفسهم الست بربکم وان محمدا رسولی وان علیاً امیر المومنین علیہ السلام۔"

(تفسیر البرہان جلد ۲ صفحہ ۴۷)

حضرت جابر کی روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ امیر المومنینؑ کو کب امیر المومنین کہا گیا؟ تو امامؑ نے فرمایا۔ کہ خدا نے آپؑ کو امیر المومنین اس وقت کہا، جیسا کہ اس آیت میں ہے "کہ اے حبیبؐ یاد کرو اس وقت کو جب تیرے ربّ نے بنی آدم سے ان کے ظہور پر یہ عہد لیا تھا، اور انہیں ان کے نفوس پر گواہ ٹھہراتے ہوئے یہ کہا تھا۔ کہ میں تمہارا ربّ ہوں، محمدؐ میرا رسول ہے اور علیؑ امیر المومنین ہے۔

دوسری آیت

"مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝

(پ۲۰ النمل آیت نمبر ۸۹)

"جو ایک نیکی لایا۔ پس اس کے لیے اس کا بہتر عوض ہے۔ اور وہ اس دن کے خوف سے امن میں ہوں گے۔"

اَلْحَسَنَة سے مراد ولایتِ علیؑ

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے آیت " مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا " کی تفسیر میں فرمایا۔

" اَلْحَسَنَةُ مَعْرِفَةُ الْوِلَايَةِ وَحُبُّنَا اَهْلَ الْبَيْتِ "   (اصول کافی ج ۱ ص ۲۶۳ ط ایران)

"حسنات سے مراد معرفتِ ولایت اور محبّتِ اہلِ بیتؑ ہے۔"

اور تفسیر قمّی کے حوالہ سے علامہ کاشانی لکھتے ہیں۔

" الحسنة واللہ ولایة امیرالمؤمنین "

(تفسیر الصافی ج ۲ ص ۲۵۰ م طہران)

"خدا کی قسم! حسنہ سے مراد ولایت امیرالمومنینؑ ہے۔"

مندرجہ ذیل کتب بھی اس تفسیر سے مملو ہیں۔

(۱) — تفسیر فرات ص ۱۱۵ م ایران۔

(۲) — تفسیر البرہان ج ۳ ص ۲۱۳۔

(۳) — حدیقۃ الشیعہ ص ۱۲۳۔

(۴) — تفسیر لوامع التنزیل ج ۱۶ ص ۹۷۔

(۵) — کفایت الموحدین ج ۲ ص ۲۶۱۔

*

تیسری آیت

" وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝   (پ ۳ آلِ عمران نمبر ۸۱)

اور (وہ وقت یاد کرو) جب کہ اللہ نے سب نبیوں سے عہد لیا تھا کہ میں تمہیں کتاب و حکمت میں سے دوں گا، پھر ایک رسول آئیگا جو مصدّق ہوگا ان چیزوں کا جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا، فرمایا، کیا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا بوجھ اُٹھایا۔ (تو) ان سب نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا کہ تم گواہ رہنا (اس اقرار پر) اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔"

میثاق النّبیین سے مراد ولایت علیؑ

" حدثنا الحسن بن علی بن النعمان عن یحیٰی بن ابی ذکریا بن عمرو الزیات قال سمعت من ابی و

محمد بن سماعة یرویه عن فیض بن ابی شیبة
عن محمد بن مسلم قال سمعت اباجعفر علیه
السلام یقول ان اللہ تبارک و تعالیٰ اخذ میثاق
النبیین علی ولایة علیؑ۔

(بصائر الدرجات الجزء الثانی ص۹۱)

(اسناد روایت متن میں) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے انبیاء علیہم السلام سے ولایت علیؑ کا میثاق (پیمان) لیا تھا۔

چوتھی آیت

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

(پ۴ آل عمران آیت نمبر۱۰۳)

اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو۔ اور متفرق نہ ہونا۔

واعتصموا بحبل اللہ سے مراد ولایت علیؑ

ایک اعرابی حضورؐ کی خدمت آکر کہنے لگا۔

"انی سمعت اللہ یقول فی کتابه" واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا" فهذا الحبل الذی امرنا بالاعتصام به ماهو فضرب النبی (ص) یده علی کتف علی "ع" وقال ولایة علی "ع"

(تفسیر فرات ص۱۵ مطبوعہ نجف)

کہ قرآن مجید میں خدا نے جو یہ فرمایا ہے "کہ تم سب حبل اللہ کو پکڑے رکھنا اور تفرقہ پیدا نہ کرنا" اس سے مراد کیا ہے اور حبل اللہ کون ہے؟ تو حضورؐ نے علیؑ کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ کہ وہ ولایت علیؑ ہے۔

مندرجہ ذیل کتابوں میں بھی یہ روایت ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(۱) ــــ حق الیقین ج ا ص۱۴۹ از علامہ شبر کاظمی

(۲) ــــ الصواعق المحرقہ ص۱۵۱۔

(۳) ــــ تفسیر کبیر ج ۳، ص۱۷۳ مطبوعہ مصر۔

پانچویں آیت

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝

(پ۳۰ النباء آیت ۱-۲)

وہ لوگ کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں اس عظیم خبر کے بارے میں۔

نباء عظیم سے مراد ولایت علیؑ

وَعَن الحافظ فی قوله تعالیٰ "عما یتساءلون عن النباء العظیم" باسناده الی السدی عن رسول اللہ

ان ولایۃ علی یتساءلون عنها فی قبورهم فلا یبقی میت فی شرق ولا غرب ولا فی بر ولا فی بحر الا ومنکر ونکیر یسألانه عن ولایۃ امیرالمومنین

(حق الیقین علامہ شبر ج ۱ ص ۱۶۴)

یعنی آیت "عمّ یتساءلون عن النباء العظیم" کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا کہ اس سے مراد ولایتِ علیؑ ہے، جس کی بابت قبر میں پوچھا جائے گا اور مشرق و مغرب اور خشکی و پانی میں کوئی نہیں مرتا۔ مگر یہ کہ منکر و نکیر ہر مرنے والے سے حضرت علیؑ کی ولایت کا سوال کرتے ہیں۔

اور علامہ سید عبداللہ شبر قدس سرّہ اصولِ کافی کی روایت کو درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

" انه لا یسأل فی القبر الا من محض الایمان محضاً"

(حق الیقین ج ۲ ص ۴۷)

"کہ قبر میں صرف ان چیزوں کی بابت پوچھا جائے گا، جن کا تعلق ایمان سے ہوگا"

چھٹی آیت

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ ج (پ۲ البقرہ آیت نمبر ۲۴۹)

"پس جب طالوت لشکر کے ہمراہ چلا، تو اس نے کہا، یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرنے والا ہے۔"

اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں۔

نہر سے مراد ولایت علیؑ

(فرات) قال حدثنی جعفر بن احمد قال حدثنا جعفر بن عبد الله قال حدثنا محمد بن عمر المازنی قال حدثنا یحیی بن راشد عن کامل عن ابی صالح عن ابن عباس قال ان لعلیّ بن ابی طالب "ع" فی کتاب الله اسماً لا یعرفه الناس قد وما هو قال سماه الله نهراً قال "ان الله مبتلیکم بنهر" کما ابتلی بنی اسرائیل اذا خرجوا من الذین یقاتل جالوت فابتلاهم بنهر وابتلاکم بولایة علی "ع" فالعارف فیها ناج والمقصّر فیها مذنب والتارک لها هالک۔ (تفسیر فرات ص۲ مطبوعہ ایران)

قرآن مجید میں حضرت علیؑ کا ایک ایسا نام ہے، جسے لوگ نہیں جانتے تو ان سے پوچھا گیا کہ وہ نام کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ نام نہر ہے اور جس طرح اللہ نے بنی اسرائیل کو جب وہ بوجہ قتال دین سے خارج ہو گئے تو انہیں نہر کے ذریعہ سے آزمایا۔ اس

طرح تمہاری آزمائش ولایتِ علیؑ کے ذریعہ کرے گا۔ پس جو ولایت علیؑ کی معرفت رکھتا ہوگا وہ نجات پائے گا اور جو مقصر ہوگا وہ گناہگار ہوگا اور جو منکرِ ولایتِ علیؑ ہوگا وہ ہلاک ہوگا۔

ساتویں آیت

"إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا"

(پ۲۴ حٰم السجدہ آیت نمبر ۳۰)

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ پھر وہ اس پر قائم رہے۔

استقامت سے مراد ولایت علیؑ

ابان بن تغلب کہتے ہیں۔ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے

" عن قول اللہ تعالیٰ: انّ الّذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا قال استقاموا علی ولایۃ علیؑ بن ابی طالب " (ع) (تفسیر فرات ص ۳۶)

آیت قرآنی" انّ الّذین قالوا ربنا ثم استقاموا" کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا۔ ثم استقاموا (پھر وہ اس پر قائم رہے) کا مطلب ولایتِ علی پر قائم رہنا ہے۔

*

آٹھویں آیت

وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ٥

(پ۲۳ الصافات نمبر ۲۴)

اور انہیں ٹھہراؤ۔ یقیناً ان سے سوال کیا جانا ہے۔

"إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ" سے مراد ولایتِ علیؑ کا سوال

علامہ ابوالحسن الشریف کتاب "عیون اخبار الرضا" کے حوالہ سے لکھتے ہیں:-

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی قولہ تعالیٰ! وقفوھم انھم مسئولون انھم یسئلون عن ولایۃ علی علیہ السلام۔

(تفسیر مرآۃ الانوار ص ۱۸۴)

کہ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ آیت " وقفوھم انھم مسئولون" میں کیے جانے والے سوال سے مراد یہ ہے کہ ان سے ولایتِ علی کا سوال کیا جائے گا۔

مندرجہ ذیل کتب میں بھی اسی حدیث کی تصدیق مزید کی جا سکتی ہے۔

(۱) تفسیر الصافی جلد ۷ ص ۴۲۱

(۲) کشف الیقین علامہ حلّی صفحہ ۸۲۔

(۳) تفسیر فرات صفحہ ۱۳۱۔

(۴) تفسیر البرہان جلد ۴ صفحہ نمبر ۱۶۱

(۵) حق الیقین للعلامہ شبّرؒ جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۴۹

نویں آیت

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْ أُوْحِيَ إِلَيْكَ ۚ إِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

(پ ۲۵ الزخرف آیت ۴۳)

اور جو کچھ تم پر وحی کیا گیا ہے۔ اس سے تمسک رکھو۔ یقیناً تو صراطِ مستقیم پر ہے۔

اس سلسلہ میں امام محمد باقر علیہ السّلام کا ارشادِ گرامی ملاحظہ ہو۔

تمسک ولایت علیؑ

علامہ ابی الحسن تفسیر قمّی کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا۔

" فاستمسك بالذی اوحی الیك قال یعنی فی علی علیه السّلام و فی قوله تعالیٰ: فاوحیٰ الی عبده ما اوحیٰ قال سئل النبی صلی الله علیه و آله وسلم، عن

ذلك الوحی؟ فقال اوحی الی ان علیا سید المؤمنین و امام المتقین "

(تفسیر مراۃ الانوار صفحہ ۳۳۵ طبع ایران)

فاستمسك بالذی اوحی الیك (اے رسولؐ! جو وحی تمہاری طرف کی گئی ہے اس سے تمسک رکھو) حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور آیت: پس ہم نے وحی کی اپنے بندہ (رسولؐ) پر جو وحی کی، کی بابت جب حضورؐ سے پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا، کہ مجھ پر وحی کی گئی کہ علی سید المومنین اور امام المتقین ہیں۔

دسویں آیت

" فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ "

(پ ۲۱ الروم آیت ۳۰)

یہی اللہ کی بنائی ہوئی فطرت ہے جس پر انسانوں کو خلق کیا گیا ہے۔ خدا کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ یہی دین قیّم ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت امام علی الرضا علیہ السّلام اس کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

★

"فطر النّاس" سے مراد ولایتِ علیؑ

"قال حدّثنا الهیثم بن عبد الله الزمانی قال حدثنا علی بن موسیٰ الرّضا، عن ابیه، عن جدّه محمّد بن علی علیهم السّلام فی قول "فطرة الله الّتی فطر النّاس علیها" قال هی لا اله الا الله محمّد رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلّم علی امیر المؤمنین ولی الله الّتی ههنا التّوحید"

(تفسیر البرہان جلد ۳ صفحہ نمبر ۲۶۲)

امام رضا علیہ السّلام نے اپنے والد بزرگوار اور انہوں نے اپنے جد محمد بن علی علیہما السّلام سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے "فطرۃ اللہ التی فطر النّاس" کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ کہ فطرت سے مراد کلمہ توحید، کلمہ رسالت اور کلمہ ولایت ہے"۔

محدّث جلیل، عالم نبیل علامہ ابوجعفر محمد بن الحسن المتوفی ۲۹۰ھ جو امام حسن عسکری علیہ السّلام کے صحابی ہیں اپنی کتاب "بصائر الدرجات" میں صادق آلِ محمدؑ کی یہ حدیث لکھتے ہیں۔

حدّثنا احمد بن موسیٰ عن الحسن بن موسی الخشاب عن علی بن حسان عبد الرّحمٰن بن کثیر عن ابی عبدالله علیه السلام فی قوله عزّوجلّ فطرة الله

الّتی[1] فطر النّاس علیها قال فقال علی التوحید ومحمّد رسول الله صلی الله علیه وآله وعلی امیر المؤمنین علیه السّلام"

(بصائر الدرجات الجزء الثانی صفحہ ۹۸)

عبدالرحمٰن بن بشیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے آیتِ مجیدہ "اللہ کی بنائی ہوئی فطرت جس پر انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے"۔ کے ذیل میں فرمایا۔ کہ فطرت سے مراد یہ ہے کہ انسان کو خلق کیا گیا ہے۔ توحید (رسالت) محمد رسولؐ اللہ اور (امامت و ولایت) علیؑ امیر المومنین پر۔

علامہ ابی القاسم علی بن موسیٰ المتوفی ۶۶۴ھ نے اس روایت کو بایں الفاظ اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔

" فطرة الله الّتی فطر النّاس علیها قال هی التوحید وانّ محمّداً رسول الله وان علیاً ولی الله امیر المؤمنین"

(الیقین صفحہ نمبر ۳۶ مطبوعہ نجف اشرف)

" فطرۃ اللہ التی فطر النّاس علیہا سے مراد خدا کی توحید، حضورؐ کی رسالت اور حضرت علیؑ کی ولایت ہے۔"

مندرجہ ذیل کتب میں بھی اس روایت کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

---

۱ پ ۲۱ الروم آیت نمبر ۳۰۔

① تفسیر فرات صفحہ ۱۲۰۔
② مراۃ الانوار صفحہ ۲۳۔

گیارہویں آیت

" اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ٥" (پ۱۶ طٰہٰ آیت نمبر ۸۲)

میں اس کے لیے بڑا بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا۔ اور اعمال صالح بجا لایا۔ پھر ہدایت یافتہ بھی رہا۔
باقر العلوم حضرت امام محمدؐ باقر علیہ السّلام اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ہدایت" سے مراد ولایت علیؑ

" وَاِنِّیْ لغفّارٌ لمن تاب عن الشّرك وآمن بما یجب الایمان به وعمل صالحًا ثم اهتدٰی الٰی ولایة اهل البیت علیهم السّلام القمی عن الباقر علیه السّلام فی هذه لاٰیة قال الا ترٰی کیف اشترط ولم تنفعه التوبة والایمان العمل الصالح حتّٰی اهتدٰی "

(تفسیر الصافی جلد ثانی جز اوّل صفحہ نمبر ۲)

آیت " اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ " سے مراد یہ ہے کہ جس کسی نے شرک سے توبہ کی۔ اور ایمان لایا، جیسا کہ ایمان ہونا چاہیئے اور عمل صالح بجا لایا۔ تو پھر ہم اسے ہدایت کرتے ہیں۔ ولایتِ اہلِ بیت علیہم السلام کی طرف۔ تفسیر قمّی میں امام محمد باقر علیہ السّلام نے اس آیہ مجیدہ کے ذیل میں فرمایا، کہ کیا تمہیں معلوم نہیں، کہ توبہ، ایمان اور عمل صالح کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ جب تک ہدایت نہ ہو (اور وہ ہدایت ہے ولایتِ اہلِ بیتؑ)
اِن کتابوں میں بھی یہ روایت موجود ہے۔
① اصولِ کافی جلد ۱ صفحہ ۲۶۲ م ایران
② تفسیر فرات صفحہ ۹۱، ۹۳ م نجف اشرف

بارہویں آیت

" وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ٥

(پ۲۵ الزخرف آیت ۴۵)

اور (اے رسولؐ) تو پوچھ ہمارے ان رسولوں سے جنھیں ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا۔ کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے علاوہ کچھ اور معبود بنائے تھے۔ کہ ان کی عبادت کی جائے۔؟
حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اس آیۂ مجیدہ کے متعلق جو کچھ فرمایا۔ اِسے

نظر کریں۔

"وسائل" سے مراد ولایتِ علیؑ کا سوال

فی کتاب المختصر روی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم انہ قال فی حدیث الاسراء فاذا ملک اتانی فقال یا محمد سأل من ارسلنا قبلک من رسلنا علیٰ ما بعثوا فقلت معاشر الرسل والنبیین علیٰ ما بعثکم قبلی فقالوا علیٰ ولایتک وولایۃ علی بن ابی طالب۔"

(القطرۃ من بحار صفحہ ۳۲)

کتاب المختصر البصائر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا، کہ شبِ معراج فرشتہ (جبرئیل) نے مجھ سے کہا۔ اے محمدؐ! ان رسولوں کو جو تم سے پہلے بھیجے گئے تھے، پوچھ کہ وہ کس شرط پر مبعوث کیے گئے تھے۔ تو میں نے پوچھا۔ کہ اے انبیاء و مرسلین! انھیں مجھ سے پہلے کس بات پر مبعوث کیا گیا تھا۔ تو انہوں نے کہا کہ تیری ولایت اور علی ابن ابی طالب کی ولایت پر۔

یہی حدیث مندرجہ ذیل کتب میں بھی درج کی گئی ہیں۔

(۱) حق الیقین صفحہ ۱۵۱ جلد اوّل۔

(۲) کفایت الموحدین جلد ۲ صفحہ ۲۹۳۔

(۳) تفسیر مرآۃ الانوار صفحہ ۲۸۔

(۴) حدیقۃ الشیعہ صفحہ ۱۰۴۔

(۵) کشف الیقین صفحہ ۴

(۶) تفسیر البرہان جلد ۲ صفحہ ۲۱۔

تیرہویں آیت

"اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ"

(پ۱ البقرۃ آیت نمبر ۴۰)

"اور تم میرے عہد (مجھ سے کیے گئے عہد) کو پورا کرو تو میں بھی اپنا عہد پورا کر دوں۔"

اس کے ذیل میں جو کچھ عام طور پر کہا جاتا ہے وہ تو اس قابل بھی نہیں کہ اس پر تبصرہ کیا جائے۔ لہٰذا آیئے زبانِ معصوم سے اس کی وضاحت سنیں۔

"اُوفُوا بِعَھدِی" سے مراد ولایتِ علیؑ

سماعۃ بن مہران سے روایت ہے۔ کہ میں نے صادق آلِ محمدؐ سے آیت "اوفوا بعھدی اُوف بعھدکم" کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا:

"اوفوا بولایۃ علی فرضاً من اللّٰہ اوف لکم الجنۃ" (تفسیر العیاشی جلد ۱ صفحہ ۴۲، تفسیر الصافی ج ۱ صفحہ ۳۰)

کہ اس سے مراد ہے کہ تم ولایت علیؑ کا عہد پورا کرو جو خدا کی طرف سے فرض ہے، تو میں (خدا) اپنا عہد جو تم سے جنت کے لیے کیا ہے پورا کروں گا۔"

اور ثقۃ الاسلام علامہ یعقوب کلینی نے اس حدیثِ مبارکہ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

"عن ابی عبد الله فی قول الله جلّ وعزّ "واوفوا بعهدی" قال: بولایۃِ امیر المؤمنین علیه السلام "اُوفِ بعهدِکمُ" اوفِ لکم بالجنّة"

(اصولِ کافی ج ۲ صفحہ ۳۰۷)

امام جعفر صادق علیہ السّلام آیت "اوفوا بعهدی" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ ولایت علیؑ کے بارے میں اپنے عہد کو پورا کرو تاکہ میں اپنے اس عہد کو پورا کروں جو میں نے تم سے کیا ہے جنّت کے بارے میں۔

یہی بات حضرت علامہ ہاشم بحرانی نے اپنی عظیم تفسیر "البرہان" کی جلد اوّل صفحہ نمبر ۹۰ پر درج کی ہے۔

چودہویں آیت

"وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِی هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ ز فَاَبٰٓی اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا ہ" (پ۱۵ بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۹)

اور ہم نے اس قرآن میں سب لوگوں کے لیے ہر مثال پھیر پھیر کر بیان کر دی ہے، پھر بھی اکثر لوگوں نے سوائے کفر کے ہر چیز کا انکار کر دیا۔

ابی حمزہ امام محمدؐ باقر علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے فرمایا:

فَاَبٰی اَکْثَرُ النَّاسِ بِوَلَایَۃِ عَلِیٍّ اِلَّا کُفُوْرًا ہ"

(تفسیر عیاشی جلد ۔ صفحہ ۳۱۷)

اکثر لوگوں نے ولایت علی کا انکار کر دیا، سوائے کفر کے۔

یہی روایت ان کُتبِ جلیلہ میں بھی موجود ہے۔

(۱) تفسیر البرہان جلد ۲ صفحہ ۴۴۵
(۲) تفسیر الصافی جلد ۱ صفحہ ۹۸۶
(۳) بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۱۰۲۔

پندرہویں آیت

"نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ہ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ہ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ ہ"

(پ۱۹ الشعراء آیت ۱۹۳ تا ۱۹۵)

روح الامین اسے لے کر نازل ہوا تمہارے قلب پر

تا کہ تم ڈرانے والوں میں سے ہو (اور یہ پیغام) واضح عربی زبان میں ہے۔"

"نزل" سے مراد ولایتِ علیؑ

امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا۔

"هِيَ الْوَلَايَةُ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ"

(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۲۷۷ طہران)

"کہ اس نازل کی گئی چیز سے مراد ولایت امیر المؤمنین علیہ السلام ہے"

سولہویں آیت

"يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا" (پ ۲۹ الدھر آیت نمبر ۷)

"وہ نذر کو پورا کرتے ہیں۔ اور اس دن سے ڈرتے ہیں، جس کی سختی پھیل جانے والی ہے۔"

"يُوفُونَ بِالنَّذْرِ" سے مراد ولایتِ علیؑ

"يُوفُونَ بِالنَّذْرِ الَّذِي أُخِذَ عَلَيْهِمْ مِنْ وَلَايَتِنَا"

(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۲۷۸)

امام ابی الحسن علیہ السلام سے اس آیت "یوفون بالنذر" کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔ اس سے مراد ہماری ولایت ہے۔

سترہویں آیت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ (پ ۲ البقرہ آیت نمبر ۲۰۸)

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم سب اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

"السِّلْم" سے مراد ولایتِ علیؑ

امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیۂ مجیدہ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد ہماری ولایت ہے۔ (اصول کافی ج ۲ صفحہ ۲۰۵)

اٹھارہویں آیت

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ

(پ ۲۵ الشوریٰ آیت نمبر ۱۳)

"مشرکوں پر وہ امر نہایت گراں گزرا جسکی طرف تم انہیں بلاتے ہو"

"کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ" سے مراد ولایتِ علیؑ

امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

"کَبُرَ علی المشرکین" بولایۃ علیؑ " ما تدعوھم الیہ" یا محمد من ولایۃ علیؑ۔

(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۲۰۵)

کہ مشرکین پر امرِ ولایت علیؑ دشوار ہوا جس کی طرف تم نے انہیں بلایا ہے۔

انیسویں آیت

"فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ"

(پ ۲۹ المدثر آیت نمبر ۴۹)

پھر انہیں کیا ہو گیا ہے وہ تذکرہ سے روگردانی کرنے والے ہیں۔

تذکرہ سے مراد ولایت علیؑ

امام معصوم علیہ السلام نے اس کی تشریح میں فرمایا:

"عن الولایۃ معرضین" کہ وہ ولایت علیؑ سے روگردانی کرنے والے ہیں۔

(اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۳۱۵)

اہمیّتِ ولایتِ علی علیہ السلام

اہمیّت ولایتِ علیؑ

واقعہ حضرت یونسؑ

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے جد امجد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اپنے آبائے کرام کے حوالہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:

"انّ اللہ تبارك وتعالیٰ عرض ولایۃ علیؑ بن ابی طالب علیٰ اھل السمٰوات والارض فقبلوھا ما خلا یونس بن متی فعاقبۃ اللہ وحبسہ فی بطن الحوت لانکارہ ولایۃ امیر المومنین حتّی قبلھا قال ابو یعقوب فنادیٰ فی الظلمات ان لا الٰہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین، لانکاری ولایۃ علیؑ ابن ابی طالب۔" (تفسیر فرات ص۲۴ م نجف اشرف)

کہ خدا نے ولایتِ علیؑ کو جب زمین و آسمانوں کے رہنے والوں پر پیش کیا۔ تو سب نے اس ولایتِ علیؑ کو قبول کیا۔ سوائے یونسؑ نبی کے۔ اس پر خدا نے ان پر عتاب کیا اور مچھلی کے بطن میں ان کو محبوس کر دیا۔ اور اس وقت تک محبوس رکھا جب تک انہوں نے ولایتِ علیؑ کو قبول کیا۔ اور کہا "کوئی معبود نہیں سوائے تیرے

کہ تیری ذات پاک ہے۔ میں ظالموں میں سے ہوں بوجہ انکار ولایتِ علیؑ کے۔

اس روایت کو مندرجہ ذیل کتب میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

(۱) بصائر الدرجات صفحہ ۹۶۔
(۲) تفسیر مرآۃ الانوار صفحہ ۲۵، ۷۵۔
(۳) تفسیر البرہان جلد ۳ صفحہ ۱۹۹۔
(۴) مدینۃ المعاجز صفحہ ۲۰۱۔

امیر المؤمنین علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"ان اللہ عرض ولایتی علیٰ اھل السمٰوات وعلیٰ اھل الارض اقربھا من اقرء انکرھا من انکر انکرھا یونس فحبسہ اللہ فی بطن الحوت حتی اقربھا۔" (بصائر الدرجات الجزء الثانی صفحہ ۹۵)

خدا نے میری ولایت کو زمینوں اور آسمانوں کے رہنے والوں پر پیش کیا، جس نے اقرار کیا سو کیا اور جس نے انکار کیا سو کیا حضرت یونسؑ نے بھی انکار (توقف) کیا ولایت علیؑ کے قبول کرنے میں پس خدا نے ان کو مچھلی کے شکم میں محبوس کر دیا، اس وقت تک جب تک انہوں نے اقرارِ ولایتِ علیؑ نہ کیا۔

ایمان بغیر ولایت قبول نہیں

حضورؐ نے فرمایا:

"لا یقبل ایمان عبد الّا بولایتہ"

(امالی صدوق صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ طہران)

"کسی بندے کا ایمان بغیرِ ولایتِ علی قبول نہیں کیا جائے گا۔"

ولایتِ علیؑ ولایتِ خدا ہے

"فقال لی، یا اصبغ من شك فی ولایتی فقد شك فی ایمانہ، ومن اقر بولایتی فقد اقر بولایة اللہ عزوجل، ولایتی متصلة بولایة اللہ کهاتین۔ وجمع بین اصبعیہ۔ یا اصبغ من اقر بولایتی فقد فاز، ومن أنکر ولایتی فقد خاب وخسر، وهوی فی النار ومن دخل فی النار لبث فیها احقاباً (احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ ۲۴۰)

(اصبغ نے جب امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کیا کہ مولیٰ مجھے میرے دل کی تقویت کے لیے اپنے معارف سے آگاہ فرمایئے، تو امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اصبغ! جس نے میری ولایت میں شک کیا اس نے اپنے ایمان کو مشکوک کیا، اور جس نے میری

ولایت کا اقرار کیا اس نے خدا کی ولایت کا اقرار کیا۔ کیونکہ میری ولایت خدا کی ولایت سے اس طرح متصل ہے۔ جیسا دو انگلیاں۔ اے اصبغ! جس نے میری ولایت کا اقرار کیا وہ کامیاب ہوا۔ اور جس نے انکار کیا وہ گمراہ ہوا اور خسارے میں رہا اور جہنم رسید ہوا۔

کوئی عمل بغیر ولایت علیؑ قبول نہیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ خدا نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

"وحجتی فی السمٰوٰت والارضین علیٰ جمیع من فیهن من خلقی لا اقبل عمل عامل منهم إلّا بالاقرار ولایته مع نبوة احمد رسولی"

(امالی صدوق صفحہ [illegible])

کہ زمینوں اور آسمانوں میں بسنے والی تمام مخلوق پر میری ایک حجت ہے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو قبول نہیں کیا جائے گا جب تک وہ میرے حبیبؐ کی نبوت کے ساتھ اس کی (علیؑ کی) ولایت کا اقرار نہ کرے۔

*

حضورؐ مامور ہیں ولایتِ علیؑ پہنچانے پر

ابی حمزہ الثمالی امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے فرمایا۔

"ان اللہ جل جلالہ بعث جبرئیل الی محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ان یشھد لعلیؑ ابن ابی طالبؑ علیہ السلام بالولایۃ فی حیاتہ"

(امالی مفید صفحہ ۱۸، مطبوعہ نجف اشرف)

خدا نے جبرئیل کو حضورؐ کی طرف بھیجا کہ وہ اپنی زندگی میں ولایتِ علیؑ کی شہادت دیں۔

اس روایت کو مشہور شیعہ عالم ابی القاسم علی بن موسیٰ المتوفی ۶۶۴ھ نے بھی اپنی کتاب "الیقین" کے صفحہ ۵۳ اور علامہ سید ہاشم البحرانی نے مدینۃ المعاجز کے صفحہ ۸ پر درج کیا ہے۔

ولایتِ علیؑ کے بغیر توحید قبول نہیں

شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے ایک کنیز خدا کا واقعہ لکھا ہے کہ اس نے امیر المومنین کی مخصوص الفاظ میں تعریف بیان کی تو ان سے پوچھا گیا۔

" یا امۃ اللہ ومن ھذا الذی تصفینہ بھذہ الصفۃ؟ قالت، ذالک امیر المومنین علی ابن

ابی طالبؑ الذی لا یجوز التوحید الا بہ و بولایتہ"

(الاختصاص مطبوعہ قم ص۱۰)

اے کنیز خدا! جن کے تو نے یہ اوصاف بیان کیے ہیں وہ کون ہیں؟ تو اس نے جواب دیا، کہ اس سے مراد امیر المومنین ہیں، کہ جن کے بغیر اور جن کی ولایت کے بغیر توحید بھی قبول نہیں۔ یہ حقائق ولایت امیر المومنین علیہ السلام کی اہمیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

کلمۂ ولایتِ علیؑ کی ہمہ گیری

لوحِ محفوظ پر کلمہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے فرمایا کہ خدا نے لوح محفوظ کو خلق کیا۔

"ثُمَّ ان اللہ تعالیٰ خلق القلم وقال لہ اکتب قال ما اکتب قال اکتب لَآ اِلٰہ الّا اللہ محمّد رَسُول اللہ علی ولی اللہ"

(مدینۃ المعاجز صفحہ ۱۵۱، کفایۃ الموحدین ج ۲ ص ...)

پھر خدا نے قلم کو خلق کر کے فرمایا، کہ لکھو تو قلم نے کہا کیا لکھوں؟ تو کہا کہ لکھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیؑ ولی اللہ۔"

عرش پر مرقوم کلمہ

خلقت کے بعد حضرت آدم کو جب سر اٹھانے کا حکم دیا گیا۔

"فرفع رأسہ فاذا مکتوب علی العرش لا اِلٰہ الا اللہ محمد نبی الرّحمۃ وعلی مقیم الحجۃ۔"

(ارشاد القلوب ج ۲ ص ...)

تو انہوں نے جونہی سر اٹھایا تو عرش پر لکھا ہوا دیکھا" لا الٰہ الا اللہ محمد نبی الرّحمۃ وعلیؑ مقیم الحجۃ"۔

ملائکہ کو جو کلمہ سکھایا گیا

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا روایت کرتی ہیں۔ کہ حضورؐ نے فرمایا۔

"لما عرج بی الی السماء صرت الیٰ صدرۃ المنتہی فکان قاب قوسین او ادنیٰ فابصرتہ بقلبی ولم اراہ بعینی فسمعت اذا نا مثنیٰ مثنیٰ واقامۃ وترا وترا فسمعت منادیا ینادی یا ملائکتی و سکان سمواتی وارضی وحملۃ عرشی اشھدوا انی لا الہ الا وحدی لا شریک لی قالوا اشھدنا واقررنا قال اشھدوا یا ملائکتی وسکان سمواتی وارضی وحملۃ عرشی بان محمدًا (ص) عبدی ورسولی قالوا اشھدنا واقررنا قال اشھدوا یا ملائکتی و سکان سمواتی وارضی وحملۃ عرشی بان علیا ولیی و ولی رسولی وولی المؤمنین بعد رسولی قالوا اشھدنا واقررنا" (تفسیر فرات صفحہ ۳۱ مطبوعہ نجف اشرف)

کہ شب معراج جب میں قاب قوسین کی منزل پر بلند ہوا تو میں نے اپنے خدا کو آنکھوں سے نہیں بلکہ اپنے دل سے دیکھا تو میں نے ایک منادی کو یہ ندا کرتے دیکھا کہ اے ملائکہ ارض وسما اور اے عرش کے اٹھانے والو! گواہی دو کہ میں معبود وحدہٗ لاشریک ہوں تو سب نے اس امر کی گواہی بھی دی اور اقرار بھی کیا۔ پھر فرمایا کہ

اے ارض وسما اور عرش کے ساکن فرشتو! گواہی دو کہ محمدؐ میرے بندے اور رسول ہیں تو سب ملائکہ نے اس کی گواہی بھی دی اور اقرار بھی کیا، پھر فرمایا اے میرے فرشتو! اور اے ساکنانِ ارض وسما اور عرش کے اٹھانے والے گواہی دو کہ علیؑ میرا، میرے رسولؐ کا اور بعد رسولؐ مومنین کا ولی ہے ان سب نے گواہی دی اور اقرار بھی کیا۔

بوقت خلقت عرش دو فرشتوں کی شہادت ولایت

عبد اللہ ابن سنان امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا۔

"لما خلق اللہ العرش خلق ملکین فاکتنفاہ فقال اشھدا ان لا الہ الا انا فشھدا ثم قال اشھدا ان محمدا رسول اللہ (ص) فشھدا ثم قال اشھدا ان علیا امیر المؤمنین فشھدا"

(الیقین صفحہ ۵۵ نجف اشرف)

کہ خدا نے جب عرش کو پیدا کیا تو اس وقت دو فرشتوں کو بھی خلق فرمایا۔ اور ان سے کہا کہ تم دونوں گواہی دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ چنانچہ انہوں نے گواہی دی۔ پھر فرمایا کہ دونوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی بھی دو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر فرمایا کہ تم دونوں گواہی دو کہ علیؑ امیر المؤمنین ہیں تو ان دونوں نے اس امر کی گواہی دی۔

خلقت ارض وسماء کے وقت پڑھا گیا کلمہ

سنان بن ظریف امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

"انہ لما خلق اللہ السمٰوٰت والارض امر منادیا فنادی اشھد ان لا الہ الا اللہ ثلثا اشھد ان محمد رسول اللہ ثلثا اشھد ان علیا امیر المومنین حقا ثلثا۔"
(امالی صدوق صفحہ ۲۰۴)

جب خدا نے ارض وسماء کو خلق فرمایا۔ تو منادی کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا۔

"اشھد ان لا الہ الا اللہ" تین بار۔

"اشھد ان محمداً رسول اللہ" تین بار۔

"اشھد ان علیا امیر المومنین حقا" تین بار۔

اس روایت کو اپنی کتابوں میں لکھنے والے علماء درج ذیل ہیں۔

(۱) قدوۃ المحدثین مفسر قرآن علامہ السید ہاشم البحرانی مدینۃ المعاجز صفحہ ۵۵
(۲) ثقۃ الاسلام علامہ یعقوب کلینی "اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۲۲۰۔

محمود نامی فرشتہ کے شانوں پر کلمہ

مشہور فلسفی وعارف علامہ رجب البرسی امالی کی روایت کو اپنی کتاب

میں بایں الفاظ نقل کرتے ہیں۔

"عن ابی جعفر (ع) قال نزل الی رسول اللہ (ص) ملک اسمہ محمود ولہ اربعۃ وعشرون الف وجہ فقال: بعثنی الیک رب العزۃ لتزوج النور بالنور، فقال: من بمن؟ فقال علیا بفاطمۃ قال فلما ولی الملک اذا بین کتفیہ مکتوب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ۔
(مشارق انوار الیقین صفحہ ۔۔ مطبوعہ لبنان)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالے نے حضورؐ کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جس کا نام محمود تھا۔ اس کے چوبیس ہزار چہرے تھے۔ اس نے کہا کہ خدا نے مجھے آپؐ کی طرف اس لیے بھیجا ہے تاکہ نور کی تزویج نور سے کر دی جائے۔ حضورؐ نے پوچھا، کس کی کس سے؟ تو اس نے عرض کیا۔ کہ حضرت علی کی شادی بی بی فاطمہ سلام اللہ علیہا سے۔ حضورؐ نے اس کی شانوں پر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ" لکھا ہوا دیکھا۔

زین المحدثین علامہ شیخ محمد بن الفتال نیشا پوری المتوفی ۵۰۸ھ نے بھی اس واقعہ کو اپنی کتاب "روضۃ الواعظین" مطبوعہ نجف اشرف کے صفحہ نمبر ۱۴۶ پر درج کیا ہے۔

٭

حضرت جبرئیلؑ کے پَر پر مرقوم کلمہ

حضورؐ نے فرمایا

" اتانی جبرئیل وقد نشر جناحیہ فاذا فیھا مکتوب لا الٰہ الّا اللہ محمد النبیؐ ومکتوب علی الاخر لا الٰہ الّا اللہ علی الوصی "

(مدینۃ المعاجز ص۱۵۵ مطبوعہ ایران)

حضرت جبرئیل میرے پاس آئے تو انہوں نے اپنے پَر پھیلائے تو میں نے ان کے پر پر یہ لکھا ہُوا دیکھا " لا الٰہ الا اللہ محمد النبیؐ اور دوسرے پَر پر یہ عبارت درج تھی " لَا الٰہ الا اللہ علیؐ الوصی "

بابِ جنّت پر کلمہ

جلیل القدر صحابی رسولؐ حضرت جابرؓ حضورؐ مقبول سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔

" مکتوب علیٰ باب الجنۃ لا الٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ قبل ان یخلق اللہ السمٰوٰت والارض بالفی عام "

(امالی صدوق صفحہ نمبر ۷۵)

" باب جنّت پر دنیا کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے لکھا گیا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسولؐ اللہ علی اخو رسول اللہ "

اسی روایت کو علامہ حلی المتوفی ۷۲۶ھ نے اپنی کتاب " کشف الیقین " کے صفحہ نمبر ۵ پر اور علامہ ہاشم البحرانی نے " مدینۃ المعاجز " کے صفحہ نمبر ۱۴۹ پر بھی درج کیا ہے۔

الواب جنّت پر مرقوم کلمہ

علامہ شیخ محمد مہدی الحائری لکھتے ہیں :۔

" حضورؐ نے فرمایا کہ جب میں شبِ معراج آسمانوں پر بلند ہُوا تو میں نے جنّت کے آٹھوں دروازے دیکھے اور ہر دروازے پر " لَا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیؑ ولی اللہ " لکھا ہُوا دیکھا۔

(شجرۂ طوبیٰ جلد ۲ صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ نجف اشرف)

عرش وکرسی وغیرہ پر کلمہ

امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں۔

" خدا نے جب عرش کو خلق فرمایا تو اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المؤمنین لکھا اور جب

کرسی کو پیدا کیا تو اس پر بھی یہی عبارت لکھی اور پھر لوح کو خلق فرمایا
تو اس پر بھی اسی عبارت کو رقم کیا، جب اسرافیل و جبرئیلؑ کو خلق
کیا تو ان کے پروں پر بھی یہی کلمہ لکھا اور جب آسمانوں اور زمینوں
کو خلق کیا تو آسمانوں کے کناروں اور زمینوں کے طبقات پر "لا
الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیرالمومنین"
لکھا۔ جب پہاڑوں کو وجود میں لایا تو ان کی چوٹیوں پر اور شمس و
قمر پر بھی یہ کلمہ لکھا۔

" لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیرالمؤمنینؑ"

(احتجاج طبرسی جلد اول صفحہ ۱۲۳ النجف اشرف)

عالم ذر میں بنی آدم کا کلمہ

امام معصوم حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے یہ آیتِ قرآنی
"و اذا اخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم
واشهدهم علی انفسهم الست بربكم" کے ذیل
میں فرمایا ہے۔

" اخرج الله من ظهور آدم ذريته الی يوم القيمة
كالذر فعرفهم نفسه ولولا ذلك لم يعرف
احد ربه قال الست بربكم قالوا بلی وان هذا محمد
رسول الله صلی الله عليه واله وسلم و علی

امیرالمؤمنین علیہ السلام"

(بصائر الدرجات الجزو الثانی صفحہ ۹۲، الیقین صفحہ ۵۵ طبع نجف اشرف،
مدینۃ المعاجز صفحہ ۸۰، اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۲۷۶)۔

کہ خدا نے حضرت آدم کی پشت سے ان کی قیامت تک پیدا ہونے
والی اولاد کو نکالا۔ اور اپنی ذات کی معرفت کرائی۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا۔
تو کسی کو خدا کی معرفت نہ ہوتی۔ اور فرمایا
کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے کہا۔ بیشک تو ہمارا رب
ہے۔ اور یہ کہ محمدؐ میرے رسول اور علیؑ امیرالمومنین ہیں۔

حضرت آدم کی انگشتری پر منقوش کلمہ

حضرت آدم علیہ السلام کی انگشتری پر جو نقش تھا وہ یہ تھا۔
" وكان نقش خاتمه محمد رسول الله علی امير
المؤمنين" (تفسیر مرآۃ الانوار صفحہ ۳۱)
یعنی حضرت آدمؑ کی انگشتری پر محمد رسول اللہ علی امیرالمومنینؑ
لکھا تھا۔

سام بن نوح کا کلمہ

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے جب لوگوں کے کہنے اور حضورؐ کے
زمانہ کے مطابق سام بن نوحؑ کو زندہ کیا تو لوگوں نے دیکھا۔

"کہ زمین شگافتہ شد و تابوتی ظاہر شد و از میان تابوت پیری نورانی با ریش سفید تا بناف کشیدہ برخواست و خاک از سر و روی خود تکانید بر علی علیہ السلام سلام کرد و گفت" اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ سید المرسلین وانک یا علیؑ وصی محمد سید المرسلین۔

(حدیقۃ الشیعہ ص۲۱۵)

کہ زمین پھٹی اور اس میں سے ایک تابوت ظاہر ہوا جس میں سے ایک مرد بزرگ چہرہ نورانی جسکی سفید ریش ناف تک طویل تھی۔ اپنے سر پر سے خاک جھاڑتا ہوا نکلا۔ اس نے حضرت علی علیہ السلام کو سلام کیا اور کہنے لگا۔

"اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ سید المرسلین۔ اور اے علیؑ! میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ سید المرسلین حضرت محمدؐ کے وصی ہیں۔

صحائفِ انبیاء میں درج کلمہ

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ محمد بن الفضیل کی روایت لکھتے ہیں۔

"سمعت ابا الحسن علیہ السلام یقول: ولایۃ علی علیہ السلام مکتوبۃ فی جمیع صحف الانبیاء"

(الاختصاص صفحہ ۱۰)

محمد بن فضیل کہتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا کہ ولایت علیؑ تمام انبیاء کے صحائف میں لکھی ہوئی ہے:

محدث جلیل علامہ ابو جعفر محمد بن الحسن الصفار المتوفی ۲۹۰ھ باسناد صحیح لکھتے ہیں۔ کہ مولیٰؑ نے فرمایا۔

"ولایۃ علیؑ مکتوب فی جمیع صحف الانبیاء ولن یبعث اللہ نبیاء الا بنبوۃ محمد وولایۃ وصیہ علی علیہ السلام" (بصائر الدرجات صفحہ ۷۲)

ولایت علیؑ تمام انبیاءؑ کے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہے۔ اور خدا نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر حضورؐ کی نبوت اور حضرت علیؑ کی ولایت کے ساتھ۔

انبیاء کا کلمہ

باقر العلوم آل محمدؐ امام محمد باقر علیہ السلام ایک آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"ان رسول اللہ (ص) قال لما اسری بی الی السماء فصرت فی السماء الرابعۃ جمع اللہ لی النبیین والصدیقین والملائکۃ فاذن جبرئیل واقام الصلوٰۃ ثم تقدم رسول اللہ (ص) فصلی بہم فلما انصرف قال لہم تشہدون قالوا نشہد ان لا الہ الا

اللہ وانک رسول اللہ وان علیا امیر المؤمنین ؑ"

(تفسیر فرات صفحہ ۶۱)

حضورؐ نے فرمایا۔ کہ جب مجھے شبِ معراج فلک چہارم پر لے جایا گیا تو خدا نے انبیاءؑ، صدیقین اور فرشتوں کو اکٹھا کیا۔ جبرئیل نے اذان کہی اور نماز قائم کی۔ حضورؐ نے امامت کرائی۔ جب سب نماز پڑھ چکے تو فرمایا کہ تم کس چیز کی شہادت دیتے ہو؟ تو سب نے عرض کیا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے۔ اور آپ خدا کے رسولؐ ہیں۔ اور علی امیر المومنینؑ ہیں۔

خاتم حضرت سلیمان بن داود پر نقش

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے صحابہ سے فرمایا۔

"اتحبون ان اریکم خاتم سلیمان بن داؤد؟ قلنا نعم فادخل یدہ الی جیبہ فاخرج خاتما من ذهب فضة من یاقوتة حمراء علیہ مکتوب محمد و علیؑ"

(تفسیر البرہان ج ۳ صفحہ ۲۰۹)

کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں حضرت سلیمان بن داؤدؑ کی انگشتری دکھاؤں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں۔ (دکھایئے) تو آپؑ نے اپنا ہاتھ اپنی جیب میں ڈالا۔ اور ایک انگوٹھی جیب سے نکالی جو سونے، چاندی کی بنی ہوئی تھی اور یاقوت سرخ سے مزین تھی۔ اور اس پر

لکھا ہوا تھا۔ محمدؐ و علیؑ۔

زمانہ رسولؐ میں کلمہ

کیا حیاتِ پیغمبرؐ میں شہادتِ ولایت دی جاتی تھی

عام طور پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ کے دورِ حیاتِ ظاہری میں جو کلمہ پڑھا جاتا تھا۔ اس کے الفاظ کیا تھے؟ یہ سوال نہایت مناسب اور برمحل ہے۔ اس لیے کہ جب کلمہ کی بات ہوگی تو اس سوال کا ذہن میں پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ بلکہ ہم تو کہیں گے۔ کہ کاش عقیدہ و عمل کے ہر گوشے پر گفتگو کرتے ہوئے ذہن مسلم میں ایسا ہی سوال ابھرتا ہے۔ تاکہ ہر بدعت کا قلع قمع ہو سکے۔

اب ہم اصل سوال کی طرف آتے ہیں۔ تو یہ بات ذہن میں رہنی چاہیئے کہ اس سوال کا جواب حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس ظاہری زندگی کو محیط ہے جسے زبانِ عوام میں آپ کی پیغمبرانہ زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

نزولِ وحی کے بعد حضورؐ کی مکی زندگی کے تیرہ سالوں میں جو کلمہ پڑھایا گیا تھا۔ وہ صرف کلمہ توحید تک ہی محدود تھا۔ یعنی "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" مگر جب مدنی زندگی کا آغاز ہوا تو کلمۂ توحید کے ساتھ شہادتِ رسالت کو لازمی قرار دیا گیا اور اس کے لازمی قرار دیئے جانے کے بعد اب اسے کسی کی صوابدید پر نہیں چھوڑا جا سکتا کہ وہ کلمۂ توحید کو تو لازم قرار دے مگر شہادت رسالت کو یونہی رہنی و منشا"

پر منحصر قرار دے دے۔ کیونکہ جب اس کا واضح اعلان کر کے اسے توحید کی بنیاد قرار دے دیا گیا تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اس پر مختلف خدشوں کا اظہار کرتا پھرے۔ یا فقہی اصطلاحوں کی آڑ میں اپنی علمی قابلیت کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کرے۔ علمی جوہر دکھانے کے اور بھی بہت سے ذرائع اور میدان ہیں۔ انہیں استعمال کیجیئے، ایسا ذریعہ تو اختیار نہ کیا جائے۔ کہ آپ تو اپنی علمی قابلیت دکھاتے پھریں۔ مگر موالیانِ اہلِ بیتؑ کو ان پُرپیچ راہوں کی بھول بھلیوں میں چھوڑ دیں، جہاں ان کا ایمان بالولایت متزلزل اور متذبذب ہو جائے اور وہ شک وشبہ کی اس منزل پر جا پہنچیں جہاں عمل اکارت اور مساعی بے نتیجہ ہو جائیں۔ یاد رکھیے۔ ! جس طرح توحید کی طرف جانے والا ہر راستہ اقرارِ نبوّت سے پیدا ہوتا ہے اسی طرح توحید و نبوّت کو کوئی راستہ جا ہی نہیں سکتا۔ جب تک اس کی ابتدا اقرار ولایتِ علی سے نہ ہوتی ہو۔

- کیا نزولِ آیۂ بلّغ پر حضورؐ نے ولایتِ علیؑ کا اعلان نہیں کیا تھا؟
- کیا اس کا اقرار ایک لاکھ بیس ہزار صحابہؓ سے نہیں کرایا تھا؟
- کیا آیت نے واضح طور پر نہیں بتایا کہ اقرار توحید و رسالت اور احکام و اعمال بلکہ تمام دین کا انحصار ولایتِ علیؑ پر ہے؟
- کیا اعلانِ ولایت پر آیت "الیوم اکملت لکم دینا" کہ تمہارے لیے آج تمہارا دین مکمل کیا گیا ہے کا نزول اس امر کی دلیل نہیں کہ بغیر اقرار ولایتِ علیؑ دین کی تکمیل نہیں ہوئی؟
- کیا یہ اس امر کی کھلی ہوئی دلیل نہیں۔ کہ جس کی ولایت کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا۔ اس کی ولایت کے بغیر دین کا کوئی عمل بشمول نماز بھی مکمل نہیں ہو سکتا؟

لہٰذا تسلیم کرنا ہوگا۔ کہ جب حضورؐ نے بحکمِ خدا اعلان ولایتِ علیؑ کر دیا۔ تو اس کے بعد اقرار توحید و رسالت کو کافی جاننا حقیقت کا منہ چڑانے کے مترادف ہوگا اور وہ عنداللہ مقبول و ماجور قرار نہیں پا سکتا۔ جب تک اقرار توحید و رسالت کے ساتھ شہادتِ ولایت علی نہ دی جائے۔ اس حقیقت کا اظہار علمائے اعلام کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ شیخ صدوقؒ اپنی کتاب میں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ کہ حسن بن یحییٰ الدہان کا کہنا ہے کہ میں ایک روز بغداد میں قاضی بغداد سماعہ کے ہاں بیٹھا تھا۔ کہ قاضی مذکور کے پاس بغداد کا ایک بزرگ شخص داخل ہوا۔ اور اس نے قاضی کے لیے دعائیہ فقرات کہے۔ اور پھر ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں پچھلے سالوں میں سے ایک سال حج کو گیا اور کوفہ سے گزر ہوا۔ تو میں ادائیگی نماز کے لیے ایک ایسی مسجد میں داخل ہوا جسے میں جانتا تھا۔ وہاں میں نماز ادا کرنے لگا کہ میں نے ایک بڑی عورت کو دیکھا جس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔

"یا مشہوراً فی السموٰت یا مشہوراً فی الارضین یا مشہوراً فی الآخرۃ یا مشہوراً فی الدنیا جہدت الجبابرۃ والملوک علی اطفاء نورک و اخماد ذکرک فابی اللہ لذکرک الا علوا و لنورک الا ضیاءً و تماما و لو کرہ المشرکون قال فقلت یا امۃ اللہ ومن ہذا الذی تصفینہ بہذہ الصفۃ قالت

ذلک امیر … فقلت لها ای امیر المومنین هو قالت علی ابن ابی طالب الذی لا یجوز التوحید الا بہ و بولایتہ قال فالتفت الیها فلم ارا حدًا"

(امالی صدوق ص۳۰۴ مطبوعہ ایران)

اے وہ جو زمینوں اور آسمانوں میں مشہور ہے۔ اے وہ کہ دنیا و آخرت میں مشہور ہے۔ بادشاہوں اور جابروں نے کوشش کر دیکھی کہ تیرے نور کو بجھادیں اور تیرے نام کو چھپادیں۔ مگر خدا نے اتنا ہی تیرے نور کو اجاگر اور تیرے نام کو بلند کیا۔ چاہے یہ امر مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار گذرے اس پر میں نے اس خاتون سے پوچھا کہ اے کنیز خدا! یہ کون ذات ہے جس کا ذکر تو ان الفاظ اور صفات کے ساتھ کر رہی ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ یہ ذات امیر المومنین ہے۔ میں نے پھر پوچھا۔ کہ کون امیر المومنین؟ (کیونکہ لوگوں نے دوسروں کو بھی امیر المومنین کہنا شروع کر دیا تھا۔ اس لیے یہ وضاحت کرانا چاہتے تھے کہ کون امیر المومنین؟) تو اس خاتون نے جواب دیا کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ کہ جس کی ولایت کے بغیر توحید بھی قبول نہیں۔ پھر میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے کچھ نظر نہ آیا۔ کیونکہ وہ غائب ہو چکی تھی۔

اس روایت کی توثیق و تائید کسی اور ذریعہ سے نہ بھی ہوتی تو اس کی صحت و سند کے لیے سند المحققین علامہ شیخ صدوقؒ کی ذات ہی کافی تھی۔ پھر بھی ہم اس

کی توثیق مزید کے لیے قارئین کی توجہ اعلم الاعلام علامہ شیخ مفیدؒ کی طرف دلانا چاہتے ہیں جنہوں نے اس واقعہ کو اپنی کتاب "الاختصاص" کے صفحہ نمبر ۱۹ پر درج کیا ہے۔ جو اس واقعہ کے مستند ہونے کی بین دلیل ہے۔

روایت بھی مستند اور روایت کا متن بھی ایسا۔ کہ جس میں مذکور ہے۔ کہ ولایت علیؑ کے بغیر توحید بھی قبول نہیں، تو پھر اس کے بارے میں تصور کیونکر کیا جا سکتا ہے کہ کوئی دور اس کی تبلیغ یا اس کے اقرار کے بغیر بھی ہوگا۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کوئی طریقہ اور کوئی انداز ایسا نہیں چھوڑا جسے ولایت علیؑ کی تبلیغ کے لیے استعمال نہ کیا ہو۔ یا اس کی اہمیت کا احساس نہ دلایا ہو۔ عرش و فرش پر اس کی موجودگی کا پتہ دیا۔ حجر و شجر پر اس کے نقوش دکھلائے۔ بچہ بچہ کی زبان سے اس کا اظہار کرایا۔ اس سلسلہ کی ایک روایت آپ بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔ یقیناً محظوظ ہوں گے۔

خاتم رسولؐ پر کلمہ

عمدۃ الفقہاء والاصولیین علامہ السید اسماعیل طبرسی نوری لکھتے ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ایک انگشتری عقیق کی حضرت علی علیہ السلام کو دے کر فرمایا کہ اس پر نقاش سے ایک سطر اس کلمہ کی نقش کراؤ جسے میں دوست رکھتا ہوں یعنی کلمہ "لا الہ الا اللہ" مولی علیؑ نے وہ انگشتری نقاش کو دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ اس پر دو سطروں میں سے ایک سطر پر "لا الہ الا اللہ" اور دوسری سطر پر محمد رسول اللہ نقش کر دو۔ جب انگوٹھی تیار ہو گئی اور حضورؐ کی خدمت

میں پہنچی تو آپ نے دیکھا کہ اس پر تین سطریں نقش ہیں۔ پہلی سطر میں "لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ" دوسری سطر میں "محمد رسول اللہ" اور تیسری سطر میں "علی ولی اللہ"۔ آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ میں نے ایک سطر لکھے جانے کا کہا تھا۔ آپؐ نے تین سطریں نقش کرا دیں۔ حضرت علی علیہ السّلام نے عرض کیا۔ کہ آپؐ نے اس کلمہ کو لکھے جانے کا حکم دیا، جسے آپ محبوب رکھتے ہیں۔ میں نے وہ کلمہ بھی نقش کرا دیا جو مجھے محبوب ہے۔ یعنی میں نے دو ہی سطریں نقش کرائیں ہیں۔ اس پر جبرئیل امین علیہ السّلام نازل ہوئے۔ اور کہا۔ کہ خدا بعد تحفۂ درود و سلام فرماتا ہے۔

"کہ تو امر نمودی بآنچہ دوست داشتی آں را و علی امر کرد بآنچہ دوست داشت و منم کتابت نمودم آنچہ را کہ دوست داشتم کہ علیؑ ولی اللہ است"۔ (کفایۃ الموحدین ج ۲ ص ۲۳۴ مطبوعہ ایران)

کہ تم نے اس کلمہ کے نقش کرنے کا حکم دیا جو تجھے محبوب ہے۔ اور علیؑ نے اس کے ساتھ وہ بھی نقش کرا دیا، جو اسے محبوب ہے اور میں نے اس پر وہ کلمہ بھی لکھ دیا جو مجھے محبوب ہے۔ یعنی علی ولی اللہ"۔

حضورؐ کے سامنے پڑھا جانے والا کلمہ

قدوۃ المحدثین علامہ السیّد ہاشم البحرانی حضرت انس سے مروی ایک روایت لکھتے ہیں کہ ایک روز رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔

فمرت بصبی امہ فقال لہ یا صبی من انا؟ فقال انت رسول اللہ خاتم النبیین وانا اشہد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وعلیؑ ولی اللہ"

(مدینۃ المعاجز صفحہ ۱۸۸)

کہ ایک عورت اپنے بچے کو لیے ہوئے وہاں سے گزری حضورؐ نے بچے سے پوچھا۔ اے بچے! بتا میں کون ہوں؟ اس بچے نے جواب دیا کہ آپ خدا کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے۔ اور محمد اللہ کے رسول اور علیؑ ولی اللہ ہیں"

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ننھا بچہ جو ابھی ماں کی گود میں ہے۔ آخر اس کی زبان پر وہ کلمہ کیسے آیا جو عام طور پر شیعوں کے ہاں مروج ہے یعنی شہادت توحید و رسالت کے ساتھ شہادت "علیؑ ولی اللہ" اگر کلمہ کے وہ الفاظ جو ایک بچے نے ادا کیے زمانۂ رسولؐ میں جاری ساری نہ تھے تو گود کے ایک بچے نے یہ الفاظ کیسے ادا کر ڈالے؟ اور اگر بچے نے "علیؑ ولیؑ اللہ" کے الفاظ ادا کر ہی دیئے تو کیا رسالت مآب کا یہ فرض منصبی نہ تھا کہ وہ بچے کو فوراً ٹوک دیتے اور بچے کو نہیں تو کم از کم ان اصحاب کو جن کے سامنے بچے نے یہ الفاظ کہے حضورؐ نے فرما دیا ہوتا۔ کہ بچے نے شہادت جن الفاظ کے ساتھ دی وہ درست نہیں، ایک بچے کا اور وہ بھی مقام اعجاز پر وہ کلمہ پڑھنا جو اہل تشیع کے ہاں مروج ہے اور حضور کا ان الفاظ کے خلاف کوئی بیان نہ دینا اس امر کی دلیل

ہے۔ کہ حضورؐ کے زمانہ میں کلمہ انہی الفاظ کے ساتھ مروج تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کلمہ مبارکہ کو ان الفاظ کے ساتھ سن کر نہ تو صحابہ کرامؓ کو کوئی تعجب ہوا اور نہ حضورؐ کو۔

اور اگر آپ ذرا گہرائی میں اُتر کر سوچیں تو یہ نکتہ سامنے آتا ہے۔ کہ حضورؐ نے اس بچے کو یہ موقع فراہم ہی اس لیے کیا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کلمہ علی ولی اللہ حضورؐ کی طرف سے نہیں، بلکہ من جانب اللہ ہے۔ اس لیے بچے بچے کی زبان پر جاری ہے۔ اور یہ کہ شہادت "علیؑ ولی اللہ" فطرت کے عین مطابق ہے۔

حضرت علیؑ نے جو کلمہ پڑھا

امیر المومنین جب کعبہ میں متولد ہوئے، تو بی بی فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں۔

"کہ دیدم برزمین سجدہ کردہ وبفصاحت بیان وطلاقت زبان گفت

"اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له واشهد ان محمداً عبده ورسوله واشهد انی ولی الله ووصی رسول الله" (حدیقۃ الشیعہ صفحہ ۳۰۵)

کہ میں نے دیکھا۔ کہ حضرت علیؑ پیدا ہوتے ہی زمین پر سجدہ ریز ہوئے اور نہایت فصاحت وبلاغت سے فرمایا۔

"اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمداً عبده ورسوله واشهد ان ولی الله ووصی رسول الله"

حضرت سیدۃ النساء عالمین کا کلمہ

سیدۃ النساء عالمین حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے اپنی ولادت کے فوراً بعد جو کلمہ پڑھا۔ اس کے الفاظ یہ تھے۔

"اشهد ان لا اله الا الله وان ابی رسول الله سيد الانبياء وان بعلی سيد الاوصياء"

(منتہی الآمال جلد صفحہ ۱۳۱)

یہ روایت مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

(۱) شجرہ طوبیٰ صفحہ ۲۴۸، علامہ شیخ محمد مہدی الحائری، مطبوعہ نجف اشرف۔
(۲) مشارق انوار الیقین صفحہ ۵۵، علامہ شیخ رجب البرسی مطبوعہ بیروت لبنان۔
(۳) روضۃ الواعظین صفحہ ۱۴۴، علامہ شیخ محمدؐ بن الفتال نیشاپوری المتوفی ۵۰۸ھ۔

امام رضا علیہ السلام کے وقت پڑھا گیا کلمہ

اصولِ کافی میں ہے۔

"جاء رجلٌ الى ابى الحسن الرضا عليه السلام من وراء نهر بلخ فقال: انى اسألك عن مسألةٍ فان اجبتنى فيها بما عندى قلت بامامتك فقال ابو الحسن عليه السلام: سل عما شئت فقال: اخبرنى عن ربك متى كان؟ وكيف كان؟ وعلى اىّ شئٍ

كان اعتماده؟ فقال ابوالحسن عليه السلام: ان الله تبارك وتعالى أيّن الاين بلا اين وكيّف الكيف بلا كيف وكان اعتماده على قدرته فقام اليه الرجل فقبّل راسه وقال: اشهد ان لا اله الا الله و ان محمدا رسول الله وان عليا وصي رسول الله"

(اصولِ کافی جلد ا صفحہ ۱۱۸)

ایک آدمی عقب نہر بلخ سے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ مجھے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ اگر آپ نے اس کا جواب دے دیا تو میں آپؑ کی امامت کا قائل ہو جاؤں گا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جو چاہو۔ پوچھو۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے بتائیں کہ آپ کا ربّ کب سے ہے اور کیسا ہے اور کس شے پر ہے؟ امام نے فرمایا کہ خدا نے ہر صاحب مکان کے لیے مکان پیدا کیا اور خود لامکان ہے۔ وہ کیفیتوں کا پیدا کرنے والا ہے اور خود صاحب کیفیت نہیں ہے اور اس کا اعتماد اپنی قدرت پر ہے۔ یہ سن کر وہ شخص اٹھا اور امام علیہ السلام کے سر کو بوسہ دیا اور کہا:۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّ عَلِيًّا وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

امام زمانہ کا کلمہ

ابی جعفر محمد بن جریر بن رستم الطبری حضرت حکیمہ خاتون سے روایت لکھتے ہیں کہ جب امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام متولد ہوئے تو آپ نے پیدا ہوتے ہی سر کو سجدہ میں رکھ کر یوں فرمایا۔

"لا الٰہ الّا اللہ محمّدٌ رسول اللہ وعلیٌّ حجّۃ اللہ۔

(دلائل الامامۃ صفحہ ۲۶۹ مطبوعہ نجف اشرف)

منتہی الآمال میں ہے۔
کہ آپ نے فرمایا:۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ جَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّ اَبِیْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ"

(منتہی الآمال جلد ۲ صفحہ ۴۲۲ مطبوعہ ایران)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور میرے جدِّ امجد اللہ کے رسول ہیں اور میرے باپ امیر المومنین اور وصیِ رسولِ خدا ہیں۔

یہی بات علامہ نوری طبرسی اپنی کتاب "کفایت المواحدین" صفحہ،،، پر لکھتے ہیں۔

جناب علامہ رجب البرسی نے اس کی اپنی کتاب "مشارق انوار الیقین"

ے صفحہ نمبر ۱۰۱ پر درج کیا ہے۔

نصرانی کا کلمہ

علامہ دیلمی نے اپنی کتاب میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ علی بن یحییٰ بن حسین البطحان المقدادی سے روایت ہے کہ ان سے ان کے باپ نے اور انہیں ان کے والد نے بتایا۔ وہ قبہ امیر المومنینؑ کے ملازمین میں سے تھے۔ کہ ایک دن ایک شخص ملیح الصورت اور نقی الاثواب اس کے پاس آیا اور اسے دو دینار دیئے اور کہا کہ قبہ شریف کا دروازہ بند کر دو تا کہ میں تنہائی میں عبادتِ خدا کروں میں نے دینار اس سے لے لیے اور دروازہ بند کر دیا اور سو گیا۔ کہ میں نے خواب میں امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا۔ فرماتے ہیں۔ اٹھو اور اس کو میرے پاس سے باہر نکال دو۔ کیونکہ وہ نصرانی ہے۔ پس میں اٹھا اور اسے گردن سے پکڑ کر کہا، کہ اپنے دینار لو اور یہاں سے نکل جاؤ۔ کیونکہ تم نصرانی ہو اس نے کہا میں تو نصرانی نہیں ہوں میں نے کہا۔ مجھے مولیٰ امیر المومنینؑ نے خواب میں فرمایا ہے کہ تو نصرانی ہے۔ اور مجھے یہاں سے نکال دوں۔ اس پر نصرانی نے کہا کہ ہاتھ بڑھاؤ اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ

"ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدؐ رسول اللہ و ان علیاً

امیر المؤمنین خلیفۃ اللہ"

(ارشاد القلوب ج ۲ صفحہ ۴۳۰)

اسی طرح راہب المشرم بن رعیب بن الشیقنام کی شہادتِ ولایت

"اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ وان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ وان علیاً ولی اللہ والامام بعد نبی اللہ"

(روضۃ الواعظین صفحہ نمبر ۹۰)

پر آج بھی موجود ہے جسے بآسانی دیکھا جا سکتا ہے۔

حضرت علیؑ کے سامنے مسلمان ہونے والے راہب کا کلمہ

شیخ مفیدؒ لکھتے ہیں کہ ایک راہب نے حضرت علیؑ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا تو اس نے حضرت علیؑ کے سامنے جو کلمہ پڑھا وہ یہ تھا۔

"اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشہد ان محمد عبدہ ورسولہ و اشہد انک وصی رسول اللہ"

(الارشاد صفحہ ۷۷، مطبوعہ لبنان)

"مَیں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبُود نہیں سوائے اللہ کے جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور محمدؐ اس کا عبد اور رسُولؐ ہے۔ اور گواہی دیتا ہُوں کہ آپ وصی رسُول اللہ ہیں۔

دوبارہ زندہ ہونے والوں کا کلمہ

محدّث جلیل علامہ محمّد مہدی الحائری نے جامع الاخبار کی روایت کو نقل کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

"یا علی! شیعتك یخرجون من قبورهم وهم یقولون لا اله الا الله محمد رسولؐ الله علی بن ابی طالب حُجّة الله"

(شجر طوبٰی جلد اوّل صفحہ ۸ مطبوعہ نجف اشرف)

اے علیؑ! تیرے شیعہ اپنی اپنی قبروں سے یہ کہتے ہُوئے نکلیں گے۔

"لا اله الّا الله محمد رسُول الله علیؑ حجّة الله"

دُنیا کی ہر شے پر علیؑ علیؑ لکھا ہے

مولائے کائنات حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہما السلام فرماتے ہیں۔

"(هم) حجج الله علی الاوّلین والآخرین واسمهم مکتوب علی الاحجار وعلی اوراق الاشجار وعلی اجنحة الاطیار وعلی ابواب الجنّة والنّار وعلی

العرش والافلاك علی اجنحة الاملاك وعلی حجب الجلال وسرادقات العزّ والجمال وباسمهم تسبیح الاطیار وتستغفر لشیعتهم الحیتان فی لجج البحار وان الله لم یخلق احدا الا واخذ علیه الاقرار بالواحدانیة والولایة للذریة الزکیة ولبرائة من اعدائهم وان العرش لم یستقر حتی کتب علیه بالنّور" لا اله الّا الله مُحَمَّدٌ رَّسُولُ الله عَلِیٌّ وَلِیُّ الله"

(بحار الانوار ج ۷ ص ۲۲۲ تفسیر البرہان ج ۲ ص ۲۷)

(آلِ محمدؐ) حجّتِ خدا ہیں اوّلین و آخرین پر۔ انہی کے اسمائے گرامی ہر ہر حجر پر، ہر برگِ شجر پر، ہر طائر کے پَر پر اور جنّت کے در پر، عرش و افلاک پر، کُرسی و خاک پر، حجابِ جلال اور سرِ عز و جلال پر لکھے ہُوئے ہیں۔ سمندروں میں مچھلیاں ان کے شیعوں کے لیے استغفار کرتی ہیں۔ اللہ نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی، جس سے اپنی وحدانیت، ذرّیت طیبہ کی ولایت اور ان کے دشمنوں سے برات کا اقرار نہ لیا ہو۔ عرشِ الٰہی کو قرار نہ ہُوا جب تک اس پر" لا اله الّا الله محمد رسول الله علیؑ ولی الله" نہ لکھا گیا۔

*

اب تک ہم نے قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ توحید و رسالت کی شہادت جہاں بھی مرقوم ہے یا جب بھی اس کی شہادت دی گئی تو شہادتِ ولایت علیؑ کو وہاں رقم بھی کیا گیا اور اس کی شہادت بھی دی گئی جو اس کے لازمی جزو ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے، تو بے جا نہ ہوگا کہ من جانب اللہ اور من جانب رسُول جو اہتمام شہادت ولایت علی کے سلسلہ میں کیا گیا ہے وہ شاید ہی کسی اور سلسلہ میں کیا گیا ہو۔ سچ بات تو یہ ہے کہ توحید و رسالت کے بعد سب سے زیادہ زور ہی ولایت علی پر دیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر تو توحید و رسالت کا مدار ہی ولایت حضرت علیؑ کو قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کے انکار کو توحید و رسالت کا انکار گردانا گیا ہے۔

اس سارے سلسلۂ گفتگو کا مرکزی تعلق چونکہ کلمہ سے ہے، جسے ہم نے مختلف شواہد قطعیہ سے حل کیا ہے اور اگر اس پر مزید کچھ بھی نہ کہا جاتا تو یہ شواہد ہی کافی تھے۔ پھر بھی ہم نہیں چاہتے کہ کوئی ایسا گوشہ رہ جائے جس سے کسی تشنگی کے باقی رہ جانے کا احتمال و امکان ہو۔ لہٰذا ہم متعلق لفظ "کلمہ" پر تھوڑی سی روشنی ڈالنا مناسب سمجھتے ہیں۔

کلمہ کا معنی

لفظ "کلمۃ" کی جمع الکلم ہے (لغات نعمانی جلد ۲ صفحہ ۱۷۰، مفرداتِ صفحہ ۴۵۵)۔ "کلمات" بھی کلمہ ہی کی جمع ہے۔ لفظ "کلمہ" قرآن مجید میں ۲۶ بار "الکلم" ۴ بار اور "کلمات" ۸ بار استعمال ہوئے ہیں۔ یہ

لفظ دوسری ضمیروں کے ساتھ ۸ بار قرآن میں استعمال کیا گیا ہے جن میں سے بعض کو ہم اسی باب میں بیان کرنے والے ہیں۔

"کلمہ" کا معنی ہے "كُلُّ مَا يَنطِقُ بِهِ الْإِنسَانُ مُفْرَدًا كَانَ اَوْ مُرَكَّبًا۔ ہر وہ لفظ جو انسان بولے خواہ وہ مفرد ہو یا مرکب اسے کلمہ کہتے ہیں۔

بہرحال کلمہ کے کچھ بھی معنی ہوں اس وقت ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہمیں تو یہ کہنا ہے کہ اصطلاح میں کلمہ نام ہے اس مخصوص عبارت کا جس کے ذریعہ مُسلمان اقرارِ توحید و رسالت کرتا ہے۔ اور یہ کلمہ جسے کلمہ طیبہ بھی کہتے ہیں۔ اس میں دو جملے ہوتے ہیں۔ پہلے جُملہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا الله" کو کلمہ توحید اور دوسرے جُملہ "مُحَمَّد رَّسُولُ الله" کو کلمہ نبوّت کہا جاتا ہے اور اس پر اس حد تک تو تمام مسلمانوں کا اتفاق و اتحاد ہے۔ صرف شیعہ حضرات اس میں ایک جُملہ کا اضافہ کرتے ہیں اور وہ جُملہ ہے "عَلِيٌّ وَلِيُّ الله" جسے کلمہ ولایت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کلمہ طیّبہ درحقیقت دو کلموں کا مجموعہ ہے کلمۂ توحید و کلمۂ رسالت۔

اس سلسلہ میں آیئے ایک بار پھر قرآن مجید پر ایک نظر ڈالیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ۚ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ

(پ ۲۲ فاطر آیت ۱۰)

جو کوئی عزت چاہتا ہے (تو اسے معلوم ہونا چاہیے) کہ تمام عزت اللہ ہی کیلئے ہے۔ اسی کے حضور پاکیزہ کلمے چڑھتے اور نیک عمل بلند ہوتے ہیں۔

اس آیت میں واضح طور پر ہے کہ خدا کے حضور طیب کلمے بلند ہوتے ہیں "کَلِمُ"، کلمہ کی جمع ہے۔ جب کہ کلمہ طیبہ مروّجہ میں صرف دو ہی کلمے ہوتے ہیں۔ کلمۂ توحید اور کلمۂ رسالت۔ اور پڑھے لکھے حضرات پر یہ بات مخفی نہیں کہ عربی میں دوسری زبانوں کے برعکس دو پر تثنیہ اور تین اور تین سے زائد پر جمع کا اطلاق ہوتا ہے۔ یعنی عربی میں جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ تو اب آیت میں "اَلْکَلِمُ الطَّیِّبُ" (طیّب کلمے) اسی صورت درست پا سکتے ہیں۔ جب کلمہ طیبہ میں دو کلموں (کلمہ توحید وکلمہ رسالت) کی بجائے تین کلمے ہوں۔ یعنی توحید و رسالت کے ساتھ کلمہ ولایت ــــ اسی لیے عرش کی پیشانی ہو یا باب جنّت، جہاں بھی کلمہ توحید و رسالت نظر آیا وہاں ساتھ ہی کلمۂ ولایت بھی پایا گیا ــــ اور اس آیت زیرِ بحث میں بھی غیر مبہم طریقہ سے "الکلم الطیب" سے پاکیزہ کلمے فرمایا گیا ہے جس کا معنی ومفہوم جب صادق آلِ محمدؐ علیہ السلام سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

" الکلم الطیب قول المؤمن لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ "

(تفسیر الصافی جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

"اَلْکَلِمُ الطَّیِّبُ" سے مراد مومن کا وہ قول ہے، جس میں وہ

کہتا ہے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ــ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ ــ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللہِ"۔

اس روایت کو آپ ان کتابوں میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

① علامہ ابو الحسن الشریف کی تفسیر "مرآۃ الانوار" صفحہ ۱۹۶۔

② علامہ السید ہاشم البحرانی کی تفسیر "البرہان" جلد ۳ صفحہ ۸۰۰۔

امام معصوم کے اس فرمانِ ذیشان کے بعد اگر کوئی شیعہ اسے تسلیم نہیں کرتا یا اس میں کسی چون و چراں کو روا رکھتا ہے تو گویا وہ امام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرتا ہے۔ ایسے شخص سے تو ہمیں کوئی سروکار ہے اور نہ کوئی مطلب۔ ہماری تمام تر گفتگو اور دلائل موالیانِ اہلبیتؑ کے لیے ہیں۔ جو اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ امام کے اس ارشاد کے بعد کوئی ابہام اس امر میں باقی نہیں رہ جاتا۔ کہ "اَلْکَلِمُ الطَّیِّبُ" سے مراد "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللہِ" ہے اور ظاہر ہے کہ اسی کلمہ کی تائید و اثبات میں یہ کتاب لکھی جا رہی ہے۔ اور امام معصوم کے اس ناطق فیصلہ سے یہ مسئلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حل ہو جانا چاہیئے۔

اذان و اقامت میں شہادتِ ولایت

ہمارے ہاں اذان و اقامت میں عام طور پر شہادتِ ولایت امیر المومنینؑ تو دی جاتی ہے۔ مگر بہت کم لوگ اس کے شرعی و فقہی مقام سے آگاہ ہیں لہٰذا اس پر اگر مختصر سی گفتگو کر دی جائے تو میرے خیال میں یہ نہ صرف بہتر

ہوگا، بلکہ عوام کے معلوماتی ذخیرہ میں اضافہ ایمان میں بالیدگی اور حقائق سے آگاہی کا باعث ہوگی۔

چند سال پہلے تک عام لوگ بس یہی جانتے تھے کہ اذان واقامت میں شہادتِ ولایت اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ شہادت نبوت ورسالت، ان کو اس سے غرض نہ تھی کہ بین الفقہاء اس مسئلہ پر بحث ومباحثہ کی نوعیت کیا ہے۔ مگر یہ حقیقت بہرحال ثابت ہے کہ علماء وفقہاء کے درمیان اس مسئلہ پر اجتہادی آراء وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہیں۔ علماء کی اکثریت اس نکتہ پر مجتمع رہی ہے کہ اذان واقامت میں ولایتِ امیرالمومنین کی شہادت جزوِ اذان تو نہیں۔ البتہ جزوِ ایمان ضرور ہے۔ یعنی اذان میں شہادتِ ولایت استحباب کے زمرہ میں آتی ہے۔ علمائے کرام اور فقہائے عظام کا نقطۂ نظر ان کی عبارات سے ملاحظہ کرتے چلیں۔

محقق جلیل علامہ شیخ طوسی

امّا قول اشھد انّ علیّا امیرالمؤمنین و آل محمد خیرالبریۃ علیٰ ما ورد فی شواذ الاخبار فلیس بمعمول علیھا فی الاذان ولو فعلہ الانسان لم یاثم بہ"   (کتاب المبسوط مبحث اذان)

جیسا کہ شاذ روایات میں آیا ہے۔ کہ اذان میں اشھد ان علیّا امیرالمؤمنین و آل محمد خیرالبریۃ کہنا چاہئے

پس ان روایات پر عمل (بہ قصد جزئیت) نہیں ہونا چاہئے لیکن اگر کوئی شخص اذان میں یہ شہادت دے تو وہ گناہگار نہیں ہوگا۔

علامہ محمد باقر المجلسی

" لا یبعد کون الشھادۃ بالولایۃ من الاجزاء المستحبۃ فی الاذان لشھادۃ الشیخ الطوسی والعلامۃ والشھید بورود الاخبار بھا نھایۃ الامر لم یعلموا بھا لدعواھم شذوذھا و مما یوید ھذہ الاخبار مارواہ الطبرسی فی الاحتجاج عن القاسم بن معاویۃ عن الصادقؑ "اذا قال المؤذن و المقیم لا بقصد الجزئیۃ بل بقصد البرکۃ لم یکن آثما"

(بحارالانوار جلد ۱۸، صفحہ ۱۶۲)

شہادت ولایت کا اذان کے اجزائے مستحبہ میں سے ہونا بعید نہیں ہے۔ کیونکہ اس بارے میں احادیث کے منقول ہونے پر شیخ طوسیؒ اور علامہ حلّیؒ اور حضرت شہید کے بیانات شاہد ہیں۔ اگرچہ ان کو شاذ قرار دینے کی وجہ سے ان پر عمل نہیں کیا گیا۔ ان احادیث کی تائید امام صادق علیہ السّلام کی اس

حدیث سے ہوتی ہے۔ جو احتجاج طبرسی میں موجود ہے۔ پس اگر مؤذّن اذان میں کلمۂ شہادتِ ولایت بلا قصد جزئیت برکت کی نیّت سے کہے تو وہ گناہگار نہیں۔

علامہ نعمت اللہ الجزائری

اس حدیث محولہ بالا کی تشریح میں علامہ نعمت اللہ الجزائری لکھتے ہیں۔

"یستفاد من قولہ علیہ السلام عموم استحباب
المقارنۃ بین اسمہما ولا سعد العقول من
ھذا الحدیث باستحباب علیؑ ولی اللہ او امیر المومنین
او نحو ذلک فی الاذان"

(انوار النعمانیہ صفحہ ۵۹)

قول امام علیہ السلام سے ثابت ہے۔ کہ عموماً حضورؐ اور امیر المومنین علیہما السلام کے اسماء کو یکجا بیان کرنا مستحب ہے اور اس حدیث کی رُو سے یہ کہنا بعید نہیں کہ اذان میں علیؑ ولی اللہ یا آپ کے امیر المومنینؑ ہونے کی شہادت دینا مستحب ہے۔

علامہ مرزا ابو القاسم قمی المتوفی ۱۲۳۱ھ

علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ اذان میں بلا قصد جزئیت علیؑ ولی اللہ کہنا مستحب ہے۔ کیونکہ اس کی تائید اس حدیث مطلقہ سے ہوتی ہے۔

"متی ذکرتم محمّداً فاذکروا الہ ومتی
قلتم محمد رسول اللہ فقولوا علی ولی اللہ"

(الغنائم صفحہ ۱۷۰)

کہ جب تم حضورؐ کا ذکر کرو تو آپؐ کی آل کا بھی ذکر کرو اور جب تم محمد رسول اللہ کہو۔ تو ساتھ ہی علیؑ ولی اللہ بھی کہو۔

علامہ شیخ محمد حسن

علامہ شیخ محمد حسن صاحب الجواہر المتوفی ۱۲۶۶ھ اپنے عملیہ میں رقم طراز ہیں۔

" یستحب الصّلاۃ علی محمّد و آلہ عند ذکر
اسمہ واکمال الشّہادتین لعلی بالولایۃ للہ ۔
وامرۃ المومنین فی الاذان۔"

(نجات العباد)

حضورؐ کے نام پر محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھنا اور شہادت توحید و رسالت کو مکمل کرو شہادت علی ولی اللہ سے کہ یہ مستحب ہے۔

علامہ السیّد علی بحر العلوم المتوفی ۱۲۹۸ھ

اس سلسلہ میں علامہ موصوف کی عبارت کا صرف ترجمہ حاضر خدمت ہے

" اور درود کو دیکھتے ہوئے مستحب ہے۔ کہ جب بھی شہادتِ

توحید اور شہادتِ رسالت کا ذکر کیا جائے تو ساتھ ہی شہادت ولایت بھی دی جائے۔ اگر چہ استحباب پر نص خاص وارد نہیں تاہم عموم اس کے لیے کافی ہے۔ اور اس میں اذان و اقامت بھی ہے۔ پس ان میں شہادتین کے بعد شہادتِ ولایت علیؑ مستحب ہے مگر بلا قصد جزئیت"۔

(البرہان القاطع جلد ۲ صفحہ ۲۲۰)

علامہ سید محمد المتوفی ۱۳۶۶ھ

علامہ سید محمد بحر العلوم اس سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

"یستحب فیهما اکمال الشهادتین بالولایة لعلی وان کانت خارجة عن فصولهما"۔

(وجیزۃ صفحہ ۵۸)

مستحب ہے کہ اذان و اقامت میں شہادتین کو شہادتِ ولایت علیؑ سے مکمل کیا جائے۔ گرچہ یہ فصول اذان سے خارج ہے

آیۃ اللہ مرزا محمد تقی شیرازی

علامہ آیۃ اللہ مرزا محمد تقی شیرازی کا نظریہ بھی ملاحظہ کریں۔ موصوف لکھتے ہیں۔

"و یستحب الصلوۃ علی محمد وآلہ عند ذکر

اسمه الشریف واکمال الشهادتین بالشهادة لعلی بالولایة وامرة المؤمنین فی الاذان وغیره"۔

(الفقہ صفحہ ۸۷)

حضورؐ کے اسمِ مبارک پر آپؐ پر اور آپؐ کی آل پر درود پڑھنا۔ اور اذان وغیرہ میں شہادتِ توحید اور شہادتِ رسالت کو شہادتِ ولایت علیؑ سے مکمل کرنا مستحب ہے۔

حضرت آیۃ اللہ سید زین العابدین

آیۃ اللہ علامہ سید زین العابدین اپنے عملیہ میں لکھتے ہیں کہ ان سے سوال کیا گیا۔ کہ کیا اذان و اقامت میں بعد شہادتین علیؑ ولی اللہ کی شہادت دینا جائز ہے۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا۔

"نعم یلزم ان یقال لا بقصد الجزئیة بل بقصد الاستحباب"۔ (الذخیرہ صفحہ ۲۲۷)

ہاں! بعد شہادتین شہادت علی ولی اللہ ضروری ہے۔ مگر یہ شہادت جزئیت کے قصد سے نہ ہو بلکہ استحباب کے قصد سے ہو۔

آیۃ اللہ العظمیٰ آقائے سید حسین بروجردیؒ

"اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰه۔ یہ اذان و اقامت کا جزو نہیں۔ لیکن بہتر ہے کہ قصد قربت کی نسبت سے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

رسول اللہ کے بعد اسے کہا جائے۔"

(توضیح المسائل صفحہ ۱۴۶)

آیۃ اللہ آقائے سید محسن الحکیم طباطبائی

"مستحب است کہ بعد از شہادت دوم بگوید اشہد ان علیًا امیر المؤمنین۔"

(منتخب الرسائل صفحہ ۸۴ نجف اشرف)

"بعد شہادت دوم اشہد انّ علیا ولی اللہ کہنا مستحب ہے"

علاوہ ازیں مراجع الشیعہ آقائے سید ابوالقاسم خوئی جناب سید محمد کاظم شریعتمد اور جناب سید علی الشہر ودی النجفی کی بھی یہی رائے ہے۔

اس تمام گفتگو سے یہ حقیقت بہرحال ثابت ہو جاتی ہے کہ عند الفقہاء اذان واقامت میں بعد شہادتین شہادتِ ولایت علیؑ جائز و درست بلکہ مستحب ہے، معاملہ صرف نیّت کا ہے۔ کہ اس تیسری شہادت (اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ الله) کو اذان واقامت کا جز سمجھا جائے یا نہیں۔ فقہاء کا کہنا ہے کہ تیسری شہادت کو بلا قصدِ جزئیت ادا کرے۔ یعنی یہ شہادت ضرور دی جانی چاہیئے مگر اسے جزوِ اذان نہیں سمجھنا چاہیئے یہاں یہ امر بھی واضح رہنا چاہیئے کہ محقق طوسی علیہ الرحمہ اور شہید اوّل کے بارے میں کہا گیا ہے۔ کہ ان کے نزدیک تیسری شہادت مطلقاً بھی پڑھی جا سکتی ہے یعنی قصد کے بغیر بھی۔

اس سلسلہ میں صاحب اورادالمومنین، علامہ سید مُصطفٰے کی تحقیق بھی ملاحظہ کرتے چلیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"(در اذان) گفتن اشہد ان امیر المومنین حقا۔ اگرچہ جزو اذان نیست۔ مگر بنظر تبرک وتیمن گفتہ می شود چرا کہ جزو ایمان ما است و در حدیث است ہر جا کہ ذکر رسالت و نبوت جناب خاتم الانبیاء کنید ذکر ولایت علیؑ نیز بکنید و جمعی از اصحاب نقل کردہ آند کہ در اخبار شاذہ وارد شدہ است کہ جزو اذان است پس اگر وقت گفتن ایں کلمہ درمیان اذان ایں قصد کنند کہ اگر از شارع جزئیت او باشد فیہا والا تبرکاً وتیمناً باشد بہتر است۔

(اورادالمؤمنین جلد اوّل صفحہ ۵۰۴ مطبوعہ کانپور (بھارت)

اذان میں" اشہد ان علیا ولی اللہ" کہنا اگرچہ جزو اذان نہیں ہے۔ مگر تبرک وتیمن کے طور پر کہنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ جزو ایمان ہے اور حدیث میں ہے۔ کہ ہر جگہ کہ جہاں ذکر نبوت و رسالت جناب ختمی المرتبت کہا جائے وہاں ذکر ولایت علی بھی کیا جائے۔ اور بعض اصحاب نے نقل کیا ہے کہ اخبار شاذ میں شہادتِ ولایت علی کا جزو اذان ہونا وارد ہوا ہے۔ پس اذان میں ولایت علیؑ کی شہادت دیتے وقت اگر نیت کر لی جائے۔ کہ اگر شارع (حضورؐ) کے نزدیک جزو اذان ہے، تو بہتر ورنہ بطور تبرک وتیمن ایسا کر رہا ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ عُلماء و فقہاء کے نزدیک جہاں شہادتِ ولایت علیؑ جزوِ اذان نہیں وہاں روایات شاذ میں اس کا جزو اذان ہونا بھی مرقوم ہے دونوں نظریئے پیشِ نظر رہنے چاہئیں۔ یہاں یہ بات بھی جان لینی چاہیئے۔ کہ روایت شاذ کو موضوع یا باطل نہیں کہا جاتا۔

ایک اہم نکتہ

اس جگہ میں قارئین کرام کی توجہ ایک نہایت اہم نکتہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ عُلماء و فقہاء نے اذان میں شہادتِ ولایتِ علیؑ کو جن روایات کی بناء پر مستحب قرار دیا ہے۔ وہ روایات شاذ ہی بتائی جاتی ہیں۔

چنانچہ محقق طوسی، علامہ حلی، اور علامہ شہید اوّل کا یہی نظریہ ہے اور علامہ باقر المجلسی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ جسے آپ اس باب کے ابتدا میں خود ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ تو جن احادیث شاذ میں یہ حکم دیا گیا ہے"۔ کہ جب تم ذکرِ شہادتین کرو تو وہاں ذکرِ شہادتِ ولایت علیؑ بھی کرو" اور اس کی تعمیل بھی ہو رہی ہے تو ایسی ہی احادیث شاذ میں شہادتِ ولایت علی کا جزوِ اذان ہونا بھی مرقوم ہے۔ تو اس کے انکار میں یہ شدت کیوں؟

لہذا اذان میں جہاں بربنائے روایات شاذ شہادتِ ولایت علی کا ذکر مستحب ہے۔ وہاں ذہن میں یہ بات بھی رہنی چاہئے کہ روایات شاذ میں شہادتِ ثالثہ کا جزوِ اذان ہونا بھی مرقوم ہے۔ اور یہ بعید بھی نہیں ہے۔

*

امیرالمؤمنینؑ خود اذان ہیں

اس باب کو چونکہ اب بند کرنا ہے۔ لہذا چاہتا ہوں کہ اسے پایۂ تکمیل تک پہنچادوں۔ قرآن مجید میں ہے۔

"وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ" (پ۱۰ التوبہ آیت ۳)

اور یہ اللہ اور اس کے رسُول کی طرف سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کے لیے اعلان (اذان) ہے۔

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے امام رابع حضرت علی ابن الحسین السجاد علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"الاذان امیرالمؤمنین علیہ السلام"

(تفسیر العیاشی جلد ۲ صفحہ ۷۶، م طہران)

اذان امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

اس روایت کو ان مفسرین عظام اور علمائے کرام نے بھی نقل کیا ہے۔

(۱) حضرت علامہ محسن الفیض الکاشانی نے تفسیر الصافی جلد ۱ صفحہ ۶۸۳ پر۔

(۲) حضرت علامہ محمد باقر المجلسی نے بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۵۰ پر۔

(۳) حضرت علامہ سیّد ہاشم البحرانی نے تفسیر البرہان جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ پر۔

مزید برآں صادق آل محمدؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سلسلہ میں فرمایا۔

هواسم فی کتاب اللہ لایعلم ذلک احد غیری۔" (تفسیر العیاشی جلد ۲ صفحہ ۷۶)

"قرآن مجید میں ایک ایسا نام ہے، جس کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

اور فرماتے ہیں وہ نام اذان ہے جو حضرت علیؑ کا ہے۔

(ملاحظہ ہو تفسیر الصافی جلد ۱ صفحہ ۶۴۲ تفسیر البرہان جلد ۲ صفحہ ۱۰۲)

یہ نکتہ قارئین کرام کے لیے چھوڑتا ہوں۔ کہ وہ خود غور کریں کہ جس کا نام خالق نے اپنی کتاب مقدس میں اذان رکھا ہو۔ اور جو خود اذان ہو۔ اس کا نام (شہادتِ ولایتِ علیؑ) جزوِ اذان نہ ہو، کہاں کا انصاف ہے۔ بحث کے اس نکتہ پر اب اس باب کو بند کیا جاتا ہے۔ تاکہ ہم اپنے سفر کو اگلی منزل کے لیے جاری رکھ سکیں۔

تشہد میں شہادتِ ولایت

تشہد میں شہادتِ ولایت

اب ہم موضوع کی نازک ترین منزل تک آپہنچے ہیں۔ ایسی منزل کہ جس کی طرف آنے والا ہر راستہ دشوار گزار، ہر موڑ پُر پیچ اور ہر وادی سنگلاخ ہے۔ یہاں تک آنے کے لیے ہمیں جن خطرناک گھاٹیوں اور جن کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا ہے۔ اس کا اندازہ کسی حد تک قارئین کو ہو گیا ہوگا۔

آپ خود غور کریں۔ کہ جب راستے کے ہر قدم پر رہبروں کے لباس میں رہزن بیٹھے ہوں ـــــ اور جب گم کردہ ہدایت ہی فریضۂ ہدایت پر مامور ہو گئے ہوں۔ جو ہدایت کو ضلالت، نور کو ظلمت، سچ کو جھوٹ، حق کو باطل اور صحیح کو غلط ثابت کرنے کا بیڑہ اُٹھائے ہوئے ہوں اور جھوٹے رعب و دبدبہ کی وہ فضا طاری ہو۔ کہ زبانیں گنگ اور قلم بے بس ہو چکے ہوں۔ تو ایسے میں ہدایت کی روشنی دکھانا کس قدر کٹھن کام ہوتا ہے۔ اور جب حق و سچ کہنے اور لکھنے پر کفر و شرک کے فتاوای کا بھی سامنا ہو۔ تو یہ فریضہ اور بھی کٹھن محسوس ہونے لگتا ہے۔ مگر ہم نے بھی تہیّہ کر لیا ہے۔ کہ فضائیں کیسی ہی تاریک اور اندھیرے کتنے ہی گھمبیر کیوں نہ ہوں، ہم متلاشیانِ حق کے لیے حسبِ استعداد شمعِ مودتِ اہلِ بیتؑ اور قندیلِ ہدایت کی روشنی میں اپنا کام جاری رکھیں گے۔

نماز کیا ہے؟

جس مسئلہ کی طرف اب ہم توجہ دے رہے ہیں۔ وہ ہے "تشہد میں شہادتِ (ذکر) ولایت علی۔ اور تشہد چونکہ نماز کا ایک اہم رُکن ہے لہذا یہ بتانا ضروری ہے کہ نماز کیا ہے؟

تو جاننا چاہیئے کہ نماز فروعِ دین کی فرعِ اوّل ہے، جس کے ذریعہ سے ایک نمازی خدا کی عظمت کا اقرار اور اپنے تذلل کا عملی مظاہرہ کرتا ہے۔ اس میں مقررہ حد کے اندر رہتے ہُوئے مخصوص و متعین الفاظ کو اپنی زبان سے ادا کرنا لازمی اور مخصوص حرکات و سکنات کی انجام دہی ضروری ہوتی ہے۔

فقہاء کے نزدیک اس میں سوائے قرآن ذکر اور دُعا کے کسی اور چیز کو داخل نہیں کرنا چاہیئے۔

تشہد

نماز کا ~~آخری رکن~~ تشہد ہے، جس میں درود و سلام کے علاوہ عام طور پر شہادتِ توحید اور نبوّت دی جاتی ہے۔ شہادتین کے الفاظ یہ ہیں۔

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"

مگر جب قرآن مجید کو دیکھتے ہیں۔ تو یہ واضح حکم ملتا ہے۔

"وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ

هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِىْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝

(پ ۲۹ المعارج آیت ۔ ۳۳ ۔ ۳۵)

اور جو لوگ اپنی شہادتوں پر قائم رہنے والے ہیں اور جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی جنتوں میں عزت پانے والے ہوں گے۔

یہ تین آیتیں ہیں۔ پہلی آیت یعنی آیت نمبر ۳۳ میں استعمال ہونے والے دو لفظ "بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ" توجہ طلب ہیں "شَهٰدٰتِهِمْ" کا معنی ہے ان کی گواہیاں۔ شہاداتِ مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب

(ملاحظہ ہو لغات نعمانی جلد ۳ صفحہ ۲۹۵)

اور "قَآئِمُوْنَ" اسم فاعل جمع مذکر۔ اس کا مطلب ہے۔ جمے رہنے والے۔ قائم رہنے والے۔ (ملاحظہ ہو لغاتِ نعمانی جلد پنجم صفحہ ۱۷)

اس کا معنی یہ ہوا کہ جو لوگ اپنی شہادتوں پر قائم رہنے والے ہیں۔

کیونکہ "بِشَهٰدٰتِهِمْ" جمع کا صیغہ ہے۔ جو عربی زبان میں تین سے کم پر استعمال نہیں ہو سکتا۔ تو گویا خدا ان لوگوں کی خوبی بیان فرما رہا ہے جو تین شہادتوں پر قائم رہتے ہوئے اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

دو قسم کے نمازی

خداوند کریم نے قرآن مجید میں دو قسم کے نمازیوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک

قسم نمازیوں کی وہ ہے جن کے بارے میں فرماتا ہے۔

"فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝" (پ ۳۰ الماعون نمبر ۴-۵)

پس جہنم (خرابی) ہے نمازیوں کے لیے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔

"ویل" کا لفظ قرآن مجید میں ستائیس (۲۷) مقام پر استعمال ہوا ہے چند ایک مقامات ملاحظہ ہوں۔

سُورۂ ابراہیم میں ہے۔

"وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝"

(پ ۱۳۔ ابراہیم نمبر ۲)

"اور کافروں کے لیے سخت عذاب کی وجہ سے خرابی ہے۔" (ترجمہ کاظمی)

سُورۂ "ص" میں ہے۔

"فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۝"

(پ ۲۳ ص آیت نمبر ۲۷)

پس ان لوگوں کے لیے جو کافر ہو گئے آگ سے "وَیل" ہے۔ (ترجمہ کاظمی)

سُورۂ "حٰمٓ السجدہ" میں ہے۔

"وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝" (پ ۲۴ حٰمٓ السجدہ آیت نمبر ۶)

"اور ویل" ہے مشرکوں کے لیے۔"

سورہ زخرف میں ہے۔

"فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا۔"

(پ ۲۵ الزخرف آیت نمبر ۶۵)

"پس ویل ہے ان لوگوں کے لیے جو ظلم کے مرتکب ہوئے۔"

ملاحظہ کیا آپ نے؟ کہ جو لفظ "ویل" ظالموں، کافروں اور مشرکوں کے لیے استعمال ہوا ہے وہی لفظ "ویل" نمازیوں کے لیے استعمال ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ ظالموں، کافروں اور مشرکوں کے لیے جہنم ہی ہے، لہٰذا نمازیوں کو بھی جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ " فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ o الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ " سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کے لیے جہنم ہے جو نمازوں کو ترک کرتے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ یہ مفہوم ہر لحاظ سے غلط ہے۔ اس لیے کہ تارکین صلوٰۃ کے لیے لفظ "مصلین" استعمال نہیں ہو سکتا۔ "مصلین" کا معنی ہے نمازی۔ تو جنہیں خدا نمازی کہہ رہا ہے وہ بے نماز نہیں کہے جا سکتے ـــــ پس ثابت ہوا کہ عذاب کی وعید ان لوگوں کے لیے تھی جو نماز تو پڑھتے تھے۔ مگر صلوٰۃ سے بے خبر تھے۔ اب اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا، کہ جن نمازیوں کا یہاں ذکر ہے۔ وہ وہی نمازی ہیں، جو نماز تو پڑھتے تھے، مگر عام لوگوں کی سی نماز۔ اور حقیقت و روحِ نماز سے بے خبر تھے۔ یعنی اس کے تارک اور اس سے غافل تھے،

جس پر مدار نماز تھا۔ اور نماز کو "صلوٰۃ" کہا ہی اس لیے جاتا ہے۔ کہ اس میں "صلوات" ہے (محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود) اور یہ کہاں کا انصاف ہے۔ کہ صلوات میں تو آلؑ کو شامل کیا جائے۔ مگر شہادت میں ان کے ذکر کو مبطل نماز گردانا جائے؟

ایک قسم تو نماز پڑھنے والوں کی یہ ہوئی۔ کہ نماز پڑھنے کے باوجود انہیں وعیدِ جہنم سنائی جا رہی ہے۔ اب دوسری قسم کے نمازیوں پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں۔ ارشادِ باری ہے۔

" اور جو لوگ اپنی شہادتوں پر قائم رہنے والے ہیں اور جو لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی جنتوں میں عزت پانے والے ہوں گے۔"

(پ ۲۹ المعارج آیات نمبر ۳۳-۳۵)

پہلی قسم کے نمازیوں کے لیے کہا گیا کہ وہ نماز تو پڑھتے ہیں۔ مگر چونکہ حقیقت و روحِ نماز سے بے خبر اور غافل ہیں۔ اس لیے واردِ جہنم ہوں گے جب کہ دوسری قسم کے نمازیوں کی بابت کہا گیا۔ کہ وہ چونکہ اپنی شہادتوں پر قائم رہنے والے ہیں۔ (اس قائم رہنے کی وجہ سے) اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور چونکہ ان کی نمازیں (بوجہ شہادتوں پر قائم رہنے کے) ضائع ہونے سے محفوظ رہتی ہیں۔ لہٰذا یہی لوگ جنت میں مکرم ہوں گے۔

اس بحث کا لب لباب یہ ہوا۔ کہ نمازوں کی حفاظت ان سے ممکن اس لیے ہو سکی کہ وہ اپنی شہادتوں (بِشَهٰدٰتِهِمْ) پر قائم رہنے والے

ثابت ہوئے۔ اگر وہ شہادتوں پر قائم نہ رہتے تو ان کی نمازیں بھی محفوظ نہ رہتیں
تو جو شہادات نمازوں کی حفاظت کا ذریعہ بنی۔ لازم ہے۔ کہ ان شہادات کا
علم نمازیوں کو ضرور ہو۔ اور جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ (بِشَهٰدٰتِهِمْ)
جمع کا صیغہ ہے۔ جو عربی زبان میں تین سے کم کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ لہٰذا
نماز کو محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ کہ تین شہادتوں کا اعلان ہو۔ جب کہ
عام طور پر ان دو شہادتوں کا اعلان ہوتا ہے۔

" اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ "

لہٰذا ضروری ہے کہ تیسری شہادت کا بھی اعلان ہو۔ اسی کے لیے امام
جعفر صادق علیہ السلام نے قاسم بن برید کے جواب میں فرمایا۔

خداوند کریم نے جب عرش کو خلق فرمایا تو اس پر لکھا۔
" لَا اِلٰهَ اِلَّا الله محمّد رسول الله علی امیر المؤمنین"
اور جب پانی کو پیدا کیا تو اس پر لکھا۔
"لا الٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ علی امیر المؤمنین"
اور جب کرسی کو خلق فرمایا تو اس کے کناروں پر لکھا۔
"لا الٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ علی امیر المؤمنین"
اور لوح کو بنایا تو اس میں لکھا۔
لا الٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ علی امیر المؤمنین
اور حضرت اسرافیلؑ کو خلق کر کے اس کے جسم پر لکھا۔

" لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ محمّد رسول اللہ علی امیر المؤمنین"
اور جبرئیل کو پیدا کیا تو اس کے پروں پر لکھا۔
" لا الٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ علی امیر المؤمنین"
اور آسمانوں کو بنایا تو اس کے کناروں پر لکھا
" لا الٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ علی امیر المؤمنین"
زمینوں کو پیدا کیا تو اس کے اطباق پر لکھا
" لا الٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ علی امیر المؤمنین"
پہاڑوں کو بنایا تو ان کی چوٹیوں پر لکھا۔
"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المؤمنین"
سورج کو پیدا کیا تو اس پر لکھا
"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المؤمنین"
چاند کو پیدا کیا تو اس پر لکھا۔
" لا الٰہ الا اللہ محمّد رسول اللہ علی امیر المؤمنین"
اور وہ سیاہی جو اس میں دکھائی دیتی ہے اس تحریر کا عکس ہے۔

" فاذا قال احدکم لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول
اللہ فلیقل علی امیر المومنین "

(الاحتجاج جلد ۱ صفحہ ۲۳۰ مطبوعہ نجف اشرف)

پس تم میں سے جب کوئی لَا اِلٰہ اِلّا اللہ محمّد
رسول اللہ کہے تو وہ ساتھ ہی "علیؑ امیر المومنین"

بھی کہے۔

مطلب یہ کہ جب خدا نے ہر شے پر کلمہ توحید اور کلمہ نبوّت کے ساتھ کلمہ ولایت بھی لکھا ہے تو تم اس سے گریزاں کیوں ہو؟ اور اگر کوئی اس سے گریز کرتا ہے تو گویا اس کا عمل سُنّتِ الٰہیہ اور سُنّت نبویہ کے خلاف ہے، اس لیے کہا گیا ہے کہ ایسا عمل ہرگز قبول نہ ہوگا۔

اس روایت کو بہت سے علمائے کرام نے اپنی تصنیفات و تالیفات میں جگہ دی ہے، جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

(۱) قدوۃ المحدثین رئیس المفسرین علامہ السید ہاشم البحرانی نے مدینۃ المعاجز کے صفحہ نمبر ۱۵۳ پر

(۲) فخر المجتہدین آیت اللہ علامہ رضی الدین احمد نے اپنی کتاب "القطرۃ من بحار" ص۲۲۱ پر۔

(۳) عمدۃ العلماء حضرت سیّد مصطفٰے نے اپنی کتاب "ارداد المومنین" جلد دوم کے صفحہ ۳۵۰ پر۔

اس حدیث کے روایت کرنے والے قاسم بن برید بن معاویہ بن عجلی ہیں، جن کے بارے میں الشیخ الجلیل ابو العباس احمد بن علی النجاشی لکھتے ہیں۔

" القاسم بن برید بن معاویۃ العجلی ثقۃ "

(رجال نجاشی صفحہ ۲۲۱ طبع قم ایران، رجال مامقانی جلد ۲ ص۱۸

خلاصۃ الاقوال حلی ص۱۳۴)

کہ قاسم بن برید بن معاویہ العجلی ثقہ ہیں۔

راوی کے ثقہ ثابت ہو چکنے کے بعد اب کہنا یہ ہے، کہ امام معصوم علیہ السلام نے اپنے اس ارشادِ حق بنیاد کو کسی خاص موقعہ و محل کے لیے مخصوص قرار نہیں دیا۔ بلکہ یہ حکم عام ہے۔

" تم میں جب بھی کوئی لَا اِلٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو وہ ساتھ ہی علی امیر المومنین بھی کہے۔

لہٰذا تشہد کو اس حکم امام سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ :۔

" واذا قال احدکم "

" تم میں سے جب بھی کوئی کہے "

کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔ اس لیے امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔

ومن لم یقر بولایتی لم ینفعہ الا قرار بنبوۃ محمد الا انھما مقرونان "

(مقدمہ مشکوٰۃ الانوار ص۱۷)

" جو میری ولایت کا اقرار نہیں کرتا، اسے حضورؐ کی نبوّت کا اقرار کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ آگاہ رہو، یہ دونوں شہادتیں (شہادتِ نبوّت اور شہادت ولایت) لازم و ملزوم ہیں۔

امام رضا علیہ السلام ایک طویل حدیث قدسی میں جو انہوں نے اپنے آبائے معصومین کے واسطہ سے حضورؐ سے روایت کی ہے۔ کہ خدا نے فرمایا۔

" لا اقبل عمل عامل منهم الا بالاقرار بولایة مع نبوة احمد رسولی " (امالی صدوق ص۲۲۳ پہلی سطر)

"میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو قبول نہیں کروں گا۔ جب تک وہ احمدؐ (مجتبیٰ) کی رسالت کے ساتھ علیؑ کی ولایت کا اقرار نہ کرے۔"

اور ظاہر ہے کہ نماز بھی ایک عمل ہے۔ تو پھر یہ عمل (نماز) شرفِ قبولیت کیونکر پا سکتا ہے۔ جب تک حضورؐ کی رسالت کے اقرار کے ساتھ اقرارِ ولایتِ علیؑ نہ ہو۔

انہی شواہد کی بناء پر اکثر مجتہدین کرام اور فقہائے عظام نے تشہد میں ذکرِ رسولؐ کے ساتھ ذکرِ امیرالمومنین کو بہ رجائے محبوبیّت جائز قرار دیا ہے۔

ایک اور آیت سے استدلال

قرآن مجید میں ہے:

" فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ "

(پ۱۱ یونس آیت ۹۴)

" اور اگر تو شک میں ہے، جو کچھ ہم نے تیری طرف نازل کیا تو (پھر) ان لوگوں سے پوچھو جو تم سے پہلے پڑھتے تھے (یعنی یہود و نصاریٰ سے)

مگر تفسیر اہلِ بیت میں سے اس آیت کا شانِ نزول اور تفسیر عامة الناس سے مختلف ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

ذرارہ بن اعین کہتے ہیں کہ میں نے اسی آیت کی بابت باقر العلوم امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا۔

" من هولاء الذین امر رسول اللهؐ (ص) ان یسئلهم فقال ابن رسول الله (ص) قال لما اسری بی الی السماء فصرت فی السما الرابعه جمع الله لی النبیین والصدیقین والملائکه فاذن جبریل واقام الصلٰوة ثُمَّ تقدم رسول الله (ص) فصلی بهم فلمّا انصرف قال بهم تشهدون قالوا نشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله وانّ علیاً امیر المومنین فهو معنی قوله فاسئل الذین یقرؤن الکتاب من قبلك "

(تفسیر فرات صفحہ ۱۸ مطبوعہ نجف اشرف)

" کہ اس آیت میں وہ کون لوگ ہیں، جن سے سوال کرنے کا حکم رسالت مآبؐ کو دیا گیا تھا۔ تو امام علیہ السلام نے جواب دیا،

کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جب آپؐ شبِ معراج چوتھے آسمان پر پہنچے، تو خدا نے انبیاء، صدیقین اور ملائکہ کو جمع کیا۔ حضرت جبرئیلؑ نے اذان دی۔ اور نماز قائم ہوئی، حضورؐ نے نماز کی امامت فرمائی، جب نماز پڑھ چکے تو حضورؐ نے انبیا، صدیقین سے پوچھا کہ بتاؤ! تم کس چیز کی شہادت دیتے ہو، تو ان سب نے عرض کیا کہ ہم شہادت دیتے ہیں اس امر کی، کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے۔ اور یہ کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور علی امیرالمومنین ہے۔ پس یہ معنی ہے آیت فاسئال الذین یقرؤن الکتاب من قبلک کے۔

اس روایت کو اپنی کتابوں میں درج کرنے والے یہ علمارکرام بھی ہیں۔

(۱) مفسرِ قرآن علامہ السید ہاشم البحرانی اپنی کتاب "مدینۃ المعاجز" صفحہ ۹ مطبوعہ ایران۔

(۲) العالم العابد الزاہد رضی الدین علی بن موسیٰ المتوفی ۶۶۴ھ "الیقین" صفحہ ۱۴۹ مطبوعہ نجفِ اشرف۔

(۳) قدوۃ المحدثین علامہ السید ہاشم البحرانی تفسیر البرہان جلد ۴ صفحہ ۱۹۸۔

حقیقت واضح ہوتی ہے

اس روایت کے الفاظ کو بنظرِ عمیق دیکھیں تو مندرجہ ذیل حقائق سامنے آتے ہیں۔

ا — شبِ معراج آسمانِ چہارم پر جملہ انبیاء و مرسلین، صدیقین کو جمع کیا گیا۔

ب — نماز کے لیے اذان دی گئی اور یہ فریضہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انجام دیا۔

ج — تمام جمع ہونے والوں نے نماز پڑھی اور حضورؐ نے امامت کرائی۔

د — اختتامِ نماز پر یعنی نماز کے فوراً بعد حضورؐ نے تمام نماز پڑھنے والوں سے پوچھا تم کس چیز کی گواہی دیتے ہو؟

ھ — جواب میں ان ذواتِ مقدسہ نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور آپ خدا کے رسولؐ اور علیؑ امیر المومنین ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے بحکمِ خدا جو یہ سوال کیا کہ وہ کس چیز کی شہادت دیتے ہیں۔ تو اس سوال کے لیے یہ انتظام و انصرام کیوں؟ کہ پہلے نماز کا اہتمام کیا گیا اور پھر نماز کے فوراً بعد یہ سوال کیا گیا۔ یہ سوال نماز سے پہلے بھی کیا جا سکتا تھا۔ اگر تمام واقعات و حالات اور شہادتِ ولایتِ علیؑ کے سلسلہ میں پائی جانے والی روایات اور ان پر علماء و فقہا کے تبصروں کو ایک غیر جانبدار کی حیثیت سے دیکھا جائے۔ تو صاف پتہ چلتا ہے کہ اس کا تعلق نماز کے رکن تشہد میں دی جانے والی شہادت کے بارے میں تھا۔ جن کا جواب انبیاء و مرسلین کی جانب سے یہی تھا۔ کہ وہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے

کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جب آپؐ شبِ معراج چوتھے آسمان پر پہنچے، تو خدا نے انبیاء، صدیقین اور ملائکہ کو جمع کیا۔ حضرت جبرئیلؑ نے اذان دی۔ اور نماز قائم ہوئی، حضورؐ نے نماز کی امامت فرمائی، جب نماز پڑھ چکے تو حضورؐ نے انبیا، صدیقین سے پوچھا کہ بتاؤ! تم کس چیز کی شہادت دیتے ہو تو ان سب نے عرض کیا کہ ہم شہادت دیتے ہیں اس امر کی، کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے۔ اور یہ کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور علی امیرالمومنین ہے۔ پس یہ معنی ہے آیت فاسئال الذین یقرؤن الکتاب من قبلك کے۔

اس روایت کو اپنی کتابوں میں درج کرنے والے یہ علمائے کرام بھی ہیں۔

(۱) مفسرِ قرآن علامہ السیّد ہاشم البحرانی اپنی کتاب "مدینۃ المعاجز" صفحہ ۹ مطبوعہ ایران۔

(۲) العالم العابد الزاہد رضی الدّین علی بن موسیٰ المتوفی ۶۶۴ھ "الیقین" صفحہ ۱۴۹ مطبوعہ نجفِ اشرف۔

(۳) قدوۃ المحدّثین علامہ السیّد ہاشم البحرانی تفسیر البرہان جلد ۴ صفحہ ۱۹۰۔

حقیقت واضح ہوتی ہے

اس روایت کے الفاظ کو بنظرِ عمیق دیکھیں تو مندرجہ ذیل حقائق سامنے آتے ہیں۔

ا — شبِ معراج آسمانِ چہارم پر جملہ انبیاء و مرسلین، صدیقین کو جمع کیا گیا۔

ب — نماز کے لیے اذان دی گئی اور یہ فریضہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انجام دیا۔

ج — تمام جمع ہونے والوں نے نماز پڑھی اور حضورؐ نے امامت کرائی۔

د — اختتامِ نماز پر یعنی نماز کے فوراً بعد حضورؐ نے تمام نماز پڑھنے والوں سے پوچھا تم کس چیز کی گواہی دیتے ہو؟

ھ — جواب میں ان ذواتِ مقدسہ نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور آپ خدا کے رسولؐ اور علیؑ امیر المومنین ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے بحکمِ خدا جو یہ سوال کیا کہ وہ کس چیز کی شہادت دیتے ہیں۔ تو اس سوال کے لیے یہ انتظام و انصرام کیوں؟ کہ پہلے نماز کا اہتمام کیا گیا اور پھر نماز کے فوراً بعد یہ سوال کیا گیا۔ یہ سوال نماز سے پہلے بھی کیا جا سکتا تھا۔ اگر تمام واقعات و حالات اور شہادتِ ولایتِ علیؑ کے سلسلہ میں پائی جانے والی روایات اور ان پر علماء و فقہا کے تبصروں کو ایک غیر جانبدار کی حیثیت سے دیکھا جائے۔ تو صاف پتہ چلتا ہے کہ اسی کا تعلق نماز کے رُکن تشہد میں دی جانے والی شہادت کے بارے میں تھا۔ جن کا جواب انبیاء و مرسلین کی جانب سے یہی تھا۔ کہ وہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد اللہ کے

رسولؐ ہیں اور علیؑ امیر المؤمنین ہیں۔

حضرت علیؑ ذکر اللہ ہیں

یہ جو علماء و فقہا کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ نماز میں قرآن، ذکر اور دعا کے علاوہ اور کسی چیز کو داخل نہیں کیا جا سکتا۔ تو اس اعتبار سے بھی شہادت ثالثہ کے ذکر کی ممانعت نظر نہیں آتی۔ کیونکہ امام معصوم علیہ السلام اس آیت "ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"نحن ذکر اللہ ونحن اکبر"

(مراۃ الانوار صفحہ ۸۰۔ تفسیر البرہان جلد ۴ صفحہ ۱۰۵، کفایت الموحدین جلد ا صفحہ ۲۵۲)

کہ ہم اللہ کا ذکر ہیں اور ہم ہی اکبر ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام سورۂ جمعہ کی آیت "یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"ذکر اللہ امیر المومنین"

(الاختصاص علامہ شیخ مفیدؒ صفحہ ۱۲۹)

"اللہ کا ذکر امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں"

اور ذکر کی نماز میں کوئی ممانعت نہیں۔ بلکہ فقہاء کے نزدیک نماز میں تین ہی تو چیزیں ہیں۔ قرآن، ذکر اور دعا۔ اس لحاظ سے بھی شہادت ولایت علیؑ کا

اثبات نظر آتا ہے۔

"الصلوٰۃ" حضرت علیؑ ہیں

اس کو کون نہیں جانتا کہ "تشہد" نماز (الصلوٰۃ) کا ایک رکن ہے اور جس نماز (الصلوٰۃ) کا یہ رکن ہے۔ اس کے بارے میں رئیس العلماء والفقہاء جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت جابر الجعفی سے فرمایا:

"والصلوٰۃ امیر المؤمنین علیہ السلام یعنی بالصلوٰۃ الولایۃ وھی الولایۃ الکبریٰ۔

(الاختصاص صفحہ ۱۲۹ م نجف اشرف)

"نماز امیر المؤمنین ہیں، یعنی صلوٰۃ سے مراد ولایت ہے اور یہی ولایت کبریٰ ہے"

اس روایت کو ان علماء اکرام نے اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے۔

(۱) عمدۃ العلماء حضرت علامہ ابوالحسن شریف نے تفسیر مراۃ الانوار کے صفحہ نمبر ۲۶ پر۔

(۲) سید المفسرین حضرت علامہ السید ہاشم البحرانی نے تفسیر البرہان کی جلد چہارم کے صفحہ ۱۶۵ پر۔

(۳) سید الفقہاء والمفسرین علامہ السید اسماعیل طبرسی النوری نے کفایۃ الموحدین جلد ا کے صفحہ ۲۴۱ پر۔

④ فخر المفسرین علامہ العیاشی نے تفسیر "العیاشی" کی جلد اوّل کے صفحہ ۱۲۸ پر۔

⑤ العلامۃ الحجۃ احمد رضی الدّین المستنبط نے کتاب "القطرۃ من بحار" کے صفحہ ۱۷۶ پر۔

اور جس کا وجود خود نماز ہو۔ اس کا ذکر مبطل نماز قرار پائے یہ بات فہم سے بالا اور عقل سے بعید ہے۔

اس کے علاوہ ہمیں اس زاویہ نگاہ سے بھی غور کرنا چاہیئے کہ جس کی ولایت ملائکہ کے پردں پر، اور عرش و فرش پر اور کائنات کی ہر شے، حجر و شجر اور طائرانِ ہوا کے پردں پر رقم کی گئی ہو۔ اور کائنات کی تخلیق سے پہلے جس کی ولایت کا اعلان ملائکہ سے کرایا گیا ہو۔ انبیاء و مرسلینؑ کی خلقت و بعثت کا مقصد جس کی ولایت بیان کی گئی ہو۔ اور جس کی ولایت نہ صرف وظیفۂ انبیاء اور حرزِ جان مرسلین رہی بلکہ ان کی انگشتریوں پر ولایت علی کندہ ہو اور حضورؐ نے جس کی ولایت کے اقرار پر صحابۂ اکرام سے بیعت لی ہو۔ صحائف انبیاء میں جس کا ذکر اور قرآن جس سے مملو ہو، اور جسے جزوِ ایمان بلکہ مدارِ ایمان بیان کیا گیا ہو۔ اور زبان قدسی سے نجات کی ضمانت اور شرطِ قبولیت اعمال قرار دے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے جس کے لیے تاکیدی حکم دیا ہو، کہ تم میں سے جب بھی کوئی "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ" کہے وہ ساتھ علی ولی اللہ بھی کہے اور جس کی محبت و اقرار کے بغیر نماز بھی قبول نہ ہو۔ اسے نماز سے باہر رکھنا اور اس پر اصرار کرنا۔ بلکہ شہادت ولایت کو مبطل نماز قرار دینا سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔

اصل میں نماز تو وہی ہے، جس کے تشہد میں ولایتِ علیؑ کی شہادت ہو۔ اور اسی کے لیے قرآن میں حکم ایزدی ہے۔

" وہ لوگ جو اپنی شہادتوں (جمع کا صیغہ جو عربی میں تین سے کم پر استعمال نہیں ہوتا) پر قائم رہتے ہیں۔ (یہ) وہی لوگ ہیں جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں (شہادتِ ولایت سے) اور (یہی لوگ) جنّت میں مکرم ہوں گے۔"

(پ ۲۹ المعارج آیات نمبر ۳۳-۳۵)

اس کے بعد جس کا دل چاہے تشہد میں شہادتِ ولایت علی دے اور جو متفق نہ ہو وہ اپنی راہ خود نکالے۔

یہاں یہ بات ذہن میں نہیں رہنی چاہیئے کہ مجتہدین عظام تو تشہد میں ولایت علیؑ کی شہادت کو مبطل نماز قرار دیتے ہیں، لہٰذا ان کے فتاوٰی کی موجودگی میں ہم ایسا نہیں کر سکتے تو رفع اشتباہ کے لیے ہم یہ واضح کر دینا اپنا فریضۂ ایمانی سمجھتے ہیں کہ جہاں بعض فقہا تشہد میں شہادتِ ولایتِ علیؑ کو جائز نہیں سمجھتے وہاں بعض فقہا اس کے جواز کے بھی قائل ہیں۔

چنانچہ آیت اللہ العظمٰی آقائے شیخ مرتضٰی آل یاسین نجفی آیت اللہ السیّد احمد رضی نجفی، آیت اللہ آقائے محمد حسن صاحب الجواہر، آیت اللہ العظمٰی السیّد محمود شہرودی اور آیت اللہ العظمٰی السیّد محمد شیرازی کربلائی وغیرہم نے شہادتِ ولایت علی کو نماز کا جزو مستحب قرار دیا ہے اور بہ رجائے محبوبیت مطلقًا اس کا پڑھنا جائز ٹھہرایا ہے۔

ان میں سے چند ایک فتاوٰی نقل کیے جاتے ہیں۔

آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ مرتضیٰ آل السین کے فتویٰ کا فارسی ترجمہ

"اما حضرت والد و حضرت اخ قدس اللہ اسرارہم پس ہمہ آنہا متفق اند بر مشروعیت شہادتِ ثالثہ در ہر یک از اذان و اقامت اگر بہ قصد جزئیت نہ باشد و ہمیں طور است رائ من در مسائل بلکہ ذکر شہادتِ ثالثہ مستحب است حتیٰ در نماز۔"

(ولایت از دیدگاہ قرآن ج اوّل ص۲۱ ط ایران)

جہاں تک حضرت والد و حضرتِ برادر قدس اللہ اسرارہم کا موقف ہے، پس وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ اذان و اقامت میں شہادتِ ثالثہ بلا قصدِ جزئیت مشروع ہے۔ اور اسی طرح اس مسئلہ میں میری بھی یہ رائے (فتوٰے) ہے کہ شہادتِ ثالثہ مستحب ہے۔ حتیٰ کہ نماز میں بھی مستحب ہے۔

آیۃ اللہ العظمیٰ السید رضی الدین احمد مستنبط کا فتویٰ

فرماتے ہیں:

"اشتہر فی السن بعض النّاس انکار الشہادۃ بالولایۃ فی الاذان والاقامۃ مع ما ورد فی خبر القاسم بن معاویۃ المروی عن احتجاج الطبرسی عن ابی عبد اللہ اذا قال احدکم لا الٰہ

الّا اللہ محمّد رّسول اللہ فلیقل علی امیر المومنین غافلا عن کونہا جزءً من الصّلوٰۃ استحبابا۔"

(القطرۃ من بحار جلد اوّل ص۲۲۰ م نجف اشرف)

بعض لوگوں کی زبان پر مشہور ہوا ہے۔ کہ وہ اذان و اقامت میں شہادتِ ولایت کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ احتجاج طبرسی میں قاسم بن معاویہ کی روایت موجود ہے کہ تم میں سے کوئی جب بھی لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو وہ ساتھ ہی علی امیر المومنین بھی کہے تو نماز میں بلا قصد جزئیت ایسا کہنا مستحب ہے۔

مولانا محمد حسنین السابقی مدظلہ نے اپنی کتاب "شہادتِ ثالثہ" میں اس ضمن میں بعض علمائے کرام کے فتوے درج کیے ہیں۔ ان میں سے دو تین فتوے ہم یہاں نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

آیۃ اللہ السیّد محمود شہروری کا فتوٰے

ہم نے سرکار موصوف کی خدمت میں یہ استفتاء پیش کیا تھا۔

ھل یجوز ان یزاد فی التشہد ما رواہ بعض علماء النجف الاشرف فی کتاب القطرۃ ج۱/ ۲۲۰ بسندہ عن ابی بصیر عن الصادق دُعاء اشہد ان ربّی نعم الرّب وان محمداً نعم الرّسول و

وَاَنَّ عَلِیًّا نعم الوصی ونعم الامام۔

کیا تشہد میں یہ اضافہ جائز ہے، جس کو بعض علمائے نجف اشرف نے کتاب القطرہ جلد ا/۲۲۰ میں ابوبصیر سے نقل کیا ہے۔ امام جعفر صادق سے ایک دُعائے تشہد منقول ہے، جس میں شہادتین کے بعد شہادتِ ولایت و امامت بھی منقول ہے۔ سرکار موصوف نے جواب میں تحریر فرمایا۔

یجوز برجاء المحبوبیة مطلقًا

رجائے محبوبیت کے ساتھ مطلقاً پڑھنا جائز ہے۔ (مہر)

(شہادتِ ثالثہ ص۱۰۹)

آیۃ اللہ العظمیٰ حضرت سیّد محمد بن مہدی شیرازی کا فتویٰ

موصوف کی خدمت میں بھی مندرجہ بالا عبارت پیش کی گئی تو انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

نعم یجوز بقصد الرجاء۔

ہاں رجاء کے قصد کے ساتھ اس کا ادا کرنا جائز ہے۔

(ایضاً ص۱۱۰) (دستخط و مہر شریف)

آیت اللہ العظمیٰ سرکار سیّد محمد جواد طباطبائی کا فتویٰ

آپ کی خدمت میں بھی مذکورہ بالا حوالہ کے ساتھ اس شہادتِ ثالثہ

کے بارے میں دریافت کیا گیا۔

"سوال این است کہ اگر این عبارت را در تشہد در نماز واجب بخواند آیا نماز باطل است یا نہ۔"

"اگر اس عبارت کو نماز واجب میں تشہد میں پڑھے تو آیا اسکی نماز باطل ہے یا نہیں۔"

موصوف نے جواباً تحریر فرمایا۔

"اگر بقصد جزئیت نباشد مانعی نہ دارد۔"

اگر جزئیت کے قصد کے ساتھ نہ ہو کوئی مانع نہیں رکھتا۔

محمد جواد طباطبائی

(دستخط و مہر شریف) (ایضاً ص۱۱۱)

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سرکار سید محمد حسنی بغدادی کا فتویٰ

اسی مذکورہ بالا سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

هذه الاخبار معتبرة والعمل بها جائز۔

(محمد حسنی البغدادی النجفی

(دستخط و مہر شریف)

"یہ احادیث معتبر ہیں۔ اور ان پر عمل کرنا جائز ہے۔"

(ایضاً ص۱۱۱)

ان معروضات کے ساتھ اس مسئلہ کو علمائے عظام اور قارئین کرام

پر چھوڑتے ہیں، کیونکہ ہمارا کام حقائق کی نشاندہی کرنا تھا۔ جو پوری کوشش کے ساتھ کر دی گئی ہے اب فیصلہ کرنا قارئین کا کام ہے۔

وما علینا الا البلاغ

باب

اہلسنّت والجماعت

ولایتِ علیؑ
اور
سُنّی نُقطۂ نظر

اس باب میں ولایتِ حضرت علیؑ کے بارے میں
جو بھی بحث کی جائے گی وہ خالصتاً سُنّی نقطۂ نظر سے کی
جائے گی۔ اور تمام استفادہ سُنی کُتب سے کیا جائے گا۔
اور انہی کے حوالہ جات بھی دیئے جائیں گے تاکہ سُنی بھائی
بھی اس مسئلہ کے حقائق سے آگاہ ہو سکیں۔

نذر حسین قمر

قرآن
اور
ولایتِ علیؑ

قرآن اور ولایتِ علی

اس سلسلہ میں کسی گفت گو سے پہلے مناسب ہوگا کہ ولی اور ولایت کے بارے میں سُنّی نقطہ نظر کا خلاصہ پیش کر دیا جائے۔ تاکہ قارئین کو مسئلہ کی حقیقت سمجھنے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ تو اس ضمن میں فیڈرل شریعت کورٹ کے فاضل جج جسٹس پیر محمد کرم شاہ کی تحقیق کو ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے، موصوف رقمطراز ہیں:۔

"یوں تو تمام مفسرین نے اپنے اپنے ذوق اور استعداد کے مطابق اس آیت کی تفسیر کی ہے، لیکن حق یہ ہے کہ عارف باللہ علامہ مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں جتنی دل کشی، شیرینی اور جامعیت ہے اس کا جواب نہیں۔ اس لیے میں انہی کی خوشہ چینی کرتے ہوئے چند حقائق ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ ولی کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

قاموس میں ہے "اَلْوَلِی اَلْقُرْب والدنو۔ یعنی وَلِیٌّ کا معنی قرب اور نزدیکی ہے۔ وَلِیٌّ اس سے اسم ہے۔ اس کا معنی ہے قریب، محب، صدیق اور مددگار۔ وفی القاموس الولی القرب والدنو والولی

اسم منہ بمعنی القریب والمحب والصدیق والنصیر

پھر فرماتے ہیں کہ قرب کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ قرب جو ہر انسان بلکہ کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو اپنے خالق سے ہے اور اگر یہ قرب نہ ہو تو کوئی چیز موجود نہ ہو سکے۔ نحن اقربُ علیہ من حبل الورید (ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں) میں اسی قرب کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرا قرب وہ ہے جو صرف خاص بندوں کو میسر ہے۔ اسے قربِ محبّت کہتے ہیں۔ قرب کی ان دو قسموں میں نام کے اشتراک کے سوا کوئی وجہ اشتراک نہیں۔ قربِ محبّت کے بے شمار درجے ہیں۔ ایک سے ایک بلند ایک سے ایک اعلیٰ۔ ایمان شرطِ اوّل ہے۔ دولتِ ایمان سے مشرف ہونے کے بعد اہلِ عزم و ہمّت ترقی کے مختلف درجات طے کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس بلند مقام پر فائز ہو جاتے ہیں جس کی وضاحت حضور رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یوں بیان فرمائی۔ لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ رواہ البخاری عن ابی ھریرہ۔

ترجمہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ نفلی عبادات سے میرے قریب ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبّت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبّت کرنے لگتا ہوں تو میں ہی اس کے کان ہو جاتا ہوں، جن سے وہ سُنتا ہے اور میں ہی اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے۔ (رواہ بخاری)

اوراس قربِ محبّت کا سب سے بلند اور ارفع مقام وہ ہے، جہاں محبُوبِ ربّ العٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فائز ہیں حضورؐ کا طائرِ ہمّت جہاں محوِ پرواز ہے۔ ان رفعتوں کو کوئی جان نہیں سکتا۔ سوائے اس ذات بے ہمتا کے جس نے اپنے محبُوب بندے کو یہ ہمتیں اور حوصلے ارزانی فرمائے۔ واعلیٰ درجاتہ نصیب الانبیاء ونصیب سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ولہ صلی اللہ علیہ وسلم ترقیات لا تتناھی الی ابد الابدین۔ (مظہری)

صوفیاءِ کرام کی اصطلاح میں "ولی" اس کو کہتے ہیں، جس کا دل ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہے۔ شب و روز وہ تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو۔ اس کا دِل محبّتِ الٰہی سے لبریز ہو اور کسی غیر کی وہاں گنجائش تک نہ ہو۔ وہ اگر کسی سے محبّت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے اگر کسی سے نفرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے، یہی وہ مقام ہے جسے "فنا فی اللہ" کا مقام کہتے ہیں۔ الولی فی اصطلاح الصوفیہ من کان قلبہ مستغرقا فی ذکراللہ یسبحون الّیل والنّھار لا یفترون ممتلیا بحب اللہ تعالیٰ لا یسع فیہ غیرہ ولو کانوا آباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم فلا یحب احدا الّا اللہ ولا یبغض الا اللہ الخ۔

(مظہری)

مرتبہ ولایت پر فائز ہونے کے اسباب کا ذکر کرتے ہُوئے علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ مرتبہ ولایت کے حصول کی یہی صورت ہے کہ بالواسطہ یا بلا واسطہ

آئینۂ دِل پر آفتابِ رسالت کے انوار کا انعکاس ہونے لگے اور پرتوِ جمالِ محمدی علیٰ صاحبہ اجمل الصلوٰت واطیب التسلیمات قلب و رُوح کو منوّر کر دے اور یہ نعمت انہیں کو بخشی جاتی ہے جو بارگاہ رسالت میں یا حضورؐ کے نائبین یعنی اولیاءِ امت کی صحبت میں بکثرت حاضر رہیں۔

مسنون طریقہ سے کثرتِ ذکر اس نسبت کو قوی کرتی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا ارشادِ گرامی ہے۔ قال رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لِکُلِّ شیئٍ وصقالۃ القلب ذکراللہ۔ (رواہ البیہقی) ہر چیز کے زنگ کو دور کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے دل کا زنگ ذکر اللہ سے دُور ہوتا ہے

انہیں نفوسِ قدسیہ کی صحبت و ہم نشینی کے متعلق احادیثِ طیبہ میں بار بار ترغیب اور شوق دلایا گیا ہے۔ چنانچہ آئمہ حدیث حضرات مالک، احمد، طبرانی وغیرہم نے معاذ بن جبل سے روایت کی ہے۔ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فیّ والمتجالسین فیّ والمتزاورین فیّ والمتباذلین فیّ یعنی میں نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں سے میں ضرور محبّت کرتا ہوں جو آپس میں میری وجہ سے پیار و محبت کرتے ہیں میری رضا جوئی کے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری خوشنودی کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ کیف تقول فی رجل حب قوما ولم یلحق بھم قال المرءِ مع من احب (متفق علیہ) اے اللہ کے پیارے رسُول!

اس شخص کے بارے میں حضورؐ کیا ارشاد فرماتے ہیں جو ایک قوم سے محبت کرتا ہے لیکن عمل و تقویٰ میں ان کے برابر نہیں، فرمایا ہر شخص کی سنگت اس کے ساتھ ہوگی جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

علامہ موصوف فرماتے ہیں: سُنو! اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں جو طالب اور مرید ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو مطلوب اور مراد ہیں۔ ایک وہ ہیں جو محب ہیں۔ ایک وہ ہیں جنہیں محبوبیت کی خلعتِ فاخرہ سے سرفراز کیا گیا۔ سابقہ احادیث میں جن اولیاء کا ذکر ہوا وہ طالب اور مرید ہیں اور جو مطلوب مراد ہیں جو مقصود و محبوب ہیں ان کے احوال کا بیان اس حدیث میں ہے جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں دیگر علماء حدیث نے اپنی اپنی کتب احادیث میں روایت کی ہے

عَن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ عَلَیہ وَسَلَّمَ ان اللہ اذا احب عبدًا دعا جبریل فقال انی احب فلانًا فاحبہ قال فیحبہ جبریل ثم ینادی فی السّماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السّماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض واذا ابغض عبدًا دعا جبریل فیقول انی ابغض فلانا فابغضہ قال فیبغضہ جبرئیل ثم ینادی فی اھل السماء ان اللہ یبغض فلانا فابغضوہ قال فیبغضونہ ثم یوضع لہ البغضاءُ فی الارض۔

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے۔ تو جبریل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے، اے

اے جبریل! میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔ پس جبرئیل اس سے محبت کرنے لگتا ہے، پھر وہ آسمان میں منادی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو۔ پھر سب اہل آسمان اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت کا چرچا ہو جاتا ہے (اور لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں)، اس طرح جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے تو جبریل کو بھی اسے ناپسند کرنے کا حکم ملتا ہے، پھر جبرئیل آسمان میں اس کے مبغوض اور ناپسند ہونے کی منادی کرتے ہیں۔ آسمان والے اس سے بغض کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کے متعلق نفرت و بغض کا جذبہ بڑھنے لگتا ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان علامات کا بھی ذکر فرمایا، جن سے ان مخزن خیرات و برکات ہستیوں کو پہچانا جا سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف نے چند احادیث ذکر کی ہیں جو ہدیۂ ناظرین ہیں:-

(۱) حضور علیہ الصلوٰۃ سے پوچھا گیا مَنْ اولیاء اللہ اولیاء اللہ کون ہیں فرمایا۔ الّذین اذا رءوا ذکر اللہ عزّ و جلّ وہ لوگ جن کے دیدار سے خدا یاد آجائے۔

(۲) حضرت اسماء بنت یزید نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو یوں گوہر افشانی کرتے ہوئے سُنا (اے حاضرین) کیا میں تمہیں ان لوگوں پر آگاہ نہ کروں جو تم سب سے بہتر ہیں۔ سب نے عرض کی بلی یارسول اللہ! اے اللہ کے رسول ضرور بتایئے تو حضورؐ نے فرمایا اذا رءوا ذکر اللہ جب ان کی زیارت کی جائے تو اللہ یاد آجائے۔ کیونکہ ان کا دل وہ آئینہ ہے، جس میں تجلیاتِ الٰہ

کا عکس پڑ رہا ہے اور جب کوئی چیز ایسے آئینہ کے مقابلہ میں رکھی جاتی ہے جس پر سورج کی کرنیں پڑ رہی ہوں تو وہ چیز بھی روشن ہو جاتی ہے، بلکہ اگر آئینہ کا عکس روئی پر ڈالا جائے تو وہ جلنے لگتی ہے۔ حالانکہ سورج کی کرنیں اگر بلا واسطہ پڑیں تو وہ نہیں جلتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سورج سے دور ہے اور آئینہ سے قریب۔

نیز اولیاء کرام میں دو قسم کی قوتیں ہوتی ہیں۔ اثر قبول کرنے کی اور اثر کرنے کی پہلی قوت کی وجہ سے وہ بارگاہِ الٰہی سے فیض و تجلی کو قبول کرتے ہیں اور دوسری قوت سے وہ ان ارواح و قلوب کو فیض پہنچاتے ہیں جن کا ان سے روحانی لگاؤ اور قلبی مناسبت ہوتی ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص انکار اور تعصب سے پاک ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے، تو وہ ان کے فیوض و برکات سے ضرور بہرہ مند ہوتا ہے۔

یعنی جن کا ایمان اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور کریم کی رسالت قرآن کی حقانیت پر اتنا مستحکم ہوتا ہے کہ کوئی ابلیسی وسوسہ اندازی اور کوئی مصیبت اسے متزلزل نہیں کر سکتی اور ان کا ظاہر و باطن تقوٰے کے نور سے جگمگا رہا ہوتا ہے۔ ان تمام اعمال اور اخلاق سے ان کا دامن یکسر مبرا ہوتا ہے جو ان کے خالق کو ناپسند ہیں۔ شرک جلی، شرک خفی، اخفی، حسد، کینہ، غرور و تکبر اور ہوا و ہوس۔ غرضیکہ تمام اخلاق ذمیمہ سے وہ پاک ہوتے ہیں۔ یہی تقوٰی کا وہ بلند مقام ہے، جہاں جب انسان پہنچتا ہے تو اسے خلعت ولایت سے مشرف کیا جاتا ہے اور پیکرِ عجز و نیاز کو وہ سربلندی عطا کی جاتی ہے، جسے دنیا رشک بھری نظروں سے دیکھتی ہے۔ حضرت سیدنا فاروقِ اعظمؓ سے مروی ہے۔ قال رسول اللہ ان من عباد اللہ لاناسًا

ماھم بانبیاء ولا شھداء یغبطھم الانبیاء والشھداء یوم القیامة بمکانھم من اللہ قالوا یارسول اللہ اخبرنا من ھم وما اعمالھم فلعلنا نحبھم قال ھم قوم تحابوا فی اللہ علیٰ غیر ارحام بینھم ولا اموال یتعاطون بھا فواللہ ان وجوھھم لنور وانھم علی منابر من نور لا یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس ثم قرأ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (قرطبی)

ترجمہ

رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید، لیکن قیامت کے دن قربِ الٰہی کی وجہ سے انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! ہمیں بتائیے وہ کون ہیں ان کے اعمال کیا ہیں تاکہ ہم اُن لوگوں سے محبت کریں، فرمایا وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں، نہ اُن میں کوئی رشتہ ہے اور نہ مالی منفعت بخدا ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے اور نور کے منبروں پر انھیں بٹھایا جائے گا۔ دوسرے لوگ خوف زدہ ہوں گے اور انہیں کوئی خوف نہ ہوں گا۔ لوگ حزن و ملال میں مبتلا ہوں گے لیکن انہیں کوئی حزن و ملال نہ ہوگا۔ پھر حضورؐ نے یہ آیت پڑھی۔

"الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون"

(ضیاء القرآن ج ۲ ص ۳۱۲ م لاہور)

ولایتِ مُطلقہ
اور
حضرت علیؑ

ارشادِ باری ہے۔

" اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ۝ " (پ۶ المائدہ آیت ۵۵)

سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا ولی (سرپرست و متصرف) اللہ ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ لوگ جو صاحبانِ ایمان ہیں۔ اور وہ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں درآں حالیکہ وہ رکوع میں ہیں۔

یہ وہ آیت ہے کہ جس کا ایک ایک نقطہ اس امر کا مقتضی ہے کہ اس پر پُر جوش و خروش اور ولولہ مؤدت سے مفصّل گفتگو کی جائے۔ مگر اس کتاب کے دامن میں اتنی وسعت کہاں کہ یہ خواہش پایۂ تکمیل کو پہنچ سکے۔ تاہم اسے بالکل تشنہ بھی نہیں رہنے دیا جائے گا اور کوشش کی جائے گی کہ جو بھی اس آیت کا مصداق ہے اور وجۂ نزول ہے اس کے فضائل کے بحرِ ناپیدکنار میں سے چند قطرے ہدیۂ قارئین کر دیئے جائیں۔ جو یقیناً ہر ایک مؤمن کے لیے بالیدگیٔ ایمان اور مؤدت میں اضافہ کا سبب ہوگا۔

سب سے پہلے اس آیت کے سلسلہ میں جو احتمالات پیدا کیے جاتے

ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کا محاکمہ کروں، تاکہ منزلِ مقصود کی طرف سفر جاری رہ سکے۔

پہلا نکتہ جو اس آیت کے ذیل میں اُٹھایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ لفظ ولی جو یہاں استعمال ہوا ہے اس کا معنی سرپرست و متصرف نہیں، بلکہ دوست اور ناصر ہے۔

جہاں تک لفظ "ولی" کا معنی دوست کا ہے تو یہ کوئی ایسی گنجلک بات نہیں، جسے آسانی سے سمجھا نہ جاسکتا ہو۔ یہ کہنا بلکہ بطورِ خاص آیت نازل کر کے یہ بتانا کہ خدا اور رسولؐ تمہارے دوست ہیں، اس کا کیا مطلب ہے؟ قرآن میں تو یہ آیت نمایاں نظر آتی ہے، جس میں ارشادِ باری ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

(پ۳ آلِ عمران آیت ۳۱)

"اے رسولؐ! کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبّت کرتے ہو (جیسا کہ تمہارا دعوٰی ہے) تو تم میری اتباع کرو۔ (میری اتباع سے) اللہ بھی تم سے محبّت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیگا اور اللہ تعالٰی غفور و رحیم ہے۔

یہاں اللہ تعالٰی سے دعوٰیٔ محبت کو مشروط قرار دیا گیا ہے۔ اتباعِ رسولؐ سے۔ اب اگر کسی کو خدا سے دعوٰیٔ محبت ہے تو اسے اپنے اس دعوٰی کی صداقت کے لیے اتباعِ رسولؐ والی شرط کو پیش کرنا اور ثابت کرنا ہوگا۔ اگر یہ شرط ہی ثابت

نہ ہو سکے جس کا ثابت ہونا چنداں آسان بھی نہیں تو خدا سے محبت ہونے کے دعویٰ میں کیا وزن ہو سکتا ہے؟

اب آیت ولایت میں لفظ "ولی" کا معنی اگر دوست کے ہیں اور خطاب "کم" یعنی تمام ایمان لانے والوں سے ہے جب تک بھی کوئی صاحبِ ایمان باقی ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اب کسی مومن کو اس شرط کے ثابت کرنے کی ضرورت ہرگز نہیں کہ اس کی زندگی اور اس کا کردار اتباعِ رسول سے مربوط ہے۔ جب خدا ہی خود اعلان کر رہا ہے کہ خدا اور اس کا رسول ان لوگوں کا دوست ہے، جو ایمان لائے۔ تو اب گروہ مومنین کی کوئی فرد ایسی نہیں، جس کا دوست خدا اور رسول نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ جس کا دوست خدا اور اس کا رسول ہو اس کی نجات میں کیا اشکال ہو سکتا ہے؟ حالانکہ کوئی مسلمان اس کا قائل نظر نہیں آئے گا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ ارشاد کہ میری اُمت، تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی جس سے صرف ایک فرقہ ناجی ہوگا اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ
لَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ

(پ ۲۶ محمد آیت ۳۳)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور (عدمِ اطاعت سے) اپنے اعمال کو باطل نہ کرو

"اِسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ"

(پ ۹ انفال آیت ۲۴)

اللہ اور اس کے رسول کو لبیک کہو (جواب دو) جب بھی وہ تمہیں پکارے۔

اس میں موقعہ و محل اور مقام و وقت کی کوئی قید نہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ
وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ

(پ ۲۶ الحجرات آیت ۱)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، خدا رسول سے آگے نہ بڑھنا اور اللہ سے ڈرتے رہنا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ
صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ
بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ
لَا تَشْعُرُونَ ۝ (پ ۲۶ الحجرات آیت ۲)

اور اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنی آوازوں کو پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کرنا اور نہ اس سے اس لہجہ میں بات کرنا، جیسا تم آپس میں کرتے ہو (اور اگر ایسا کرو گے) تو تمہارے اعمال ضائع (ملیا میٹ) کر دیئے جائیں گے اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔

اور دیکھو!

"أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ
لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ" (پ ۳ آل عمران آیت ۳۲)

اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے رہنا پس اگر اس (اطاعتِ رسُولؐ) سے مُنہ پھیر لوگے تو (جان لو) کہ اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

اگر آیتِ ولایت میں "وَلِیُّکُمُ" کا مطلب یہ ہے کہ خدا اور رسُول مومنوں کا دوست ہے تو کیا دوستی کی قدریں یہی ہیں کہ ایک دوست دوسرے دوست کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کر سکے اور اگر ایسا ہو جائے تو اس کے تمام اعمال اکارت جائیں؟

اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آیت ماقبل میں اطاعتِ رسُول سے منہ پھیرنے والے کو کافر قرار دیا ہے۔ کیا دوستی کا مفہوم یہی ہوتا ہے؟

اس سے بھی بڑھ کر آیتِ ولایت کا یہ ٹکڑا "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ" کہ تیسرے مقام پر تمہارے "ولی" وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اس حقیقت کو بالکل واضح کر دیتا ہے کہ یہاں لفظ "ولی" سے مراد دوست ہرگز نہیں ہو سکتا، آپ غور تو فرمائیں کہ آیت زیرِ بحث میں خدا نے سب سے پہلے اپنے اور رسُول کے بارے میں یہ اعلان کیا ہے کہ "وَلِیُّکُمُ" تم سب کا "ولیؑ" اللہ ہے اور اس کا رسُول۔ اس "کُمْ" (تمہارا) کے براہِ راست مخاطب کم از کم مومنین کی پوری جماعت ہے اور کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں جو خدا کی ولایت کے دائرے سے خارج ہو، تو جن مخاطبین (جماعت مومنین کے جملہ افراد) کا ولی خدا و رسول ہیں۔ انہی مخاطبین کے ولی وہ لوگ بھی ہیں جو ایمان لائے تو اس جُملہ کا مطلب کیا بنا؟ کیا خدا یہ کہنا چاہتا ہے کہ اے تمام مومنو! تمہارے

ولی وہ بھی ہیں جو ایمان لائے۔ یہ جُملہ تو یقیناً مہمل معلوم ہوگا۔ لہٰذا صاف مطلب یہی ہوگا اس آیت میں مخاطب مومنین کے علاوہ کوئی ایسی ذات ہے، جس کی ولایت کا خدا ذکر کرنا چاہتا ہے۔ اس گُتھی کو سُورۂ نساء کی آیت سلجھا دیتی ہے۔

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ" (پ۵ النساء آیت ۵۹)

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہو۔

ان دونوں آیتوں میں اندازہ تخاطب کتنا ملتا جلتا ہے۔ خدا و رسُول کی اطاعت کے بعد جس تیسری ذات کی اطاعتِ مطلق کا حکم ہے اور جسے اولی الامر کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آیتِ ولایت میں خدا اپنی اور رسُول کے بعد اس کی ولایت کا اعلان کرنا چاہتا ہے اور جس طرح اولی الامر کو مومنین کی اطاعت کا حکم نہیں بلکہ جماعت مومنین کے تمام افراد کو بلا چون و چراں اس کی اطاعتِ مطلق کا حکم ہے۔ اسی طرح خدا اور رسُول کے بعد وہی ذات گروہ مومنین کے جُملہ افراد کے لیے ولی ہے۔ جو دوستی کے معنوں میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ اگر ولی کا معنی دوست ہے تو آیت کے الفاظ تمہارے دوست وہ ہیں، جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں کے مطابق وہ ان لوگوں کو تو مومنوں کا دوست نہیں ہونا چاہیئے جو سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے کیونکہ رکوع اور اس میں زکوٰۃ دینا تو بعد کی بات ہے مومنین کی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ

مطلب کسی صورت بھی مطابق عقل نہیں۔

اور جو لوگ "ولی" کا معنی ناصر و مددگار کرتے ہیں۔ ان کی تردید میں بھی یہی دلائل کارآمد ہیں اور اس سے بھی آسان لہجہ میں سمجھنا چاہیں تو یُوں سمجھیں کہ "ولی" کا معنی اگر ناصر و مددگار ہو تو اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ خدا یہ بتانا چاہتا ہے کہ اے لوگو! میرا پیغمبر تمہارا مددگار ہے یعنی جب بھی ضرورتِ امداد ہو تو میرے پیغمبر کو بلا لیا کرو۔ کوئی صاحب عقلِ سلیم اس مفہوم کو جائز قرار نہیں دے سکتا۔ کیونکہ یہ کام تو لوگوں کا ہے کہ جب بھی پیغمبر انہیں اپنی امداد کے لیے طلب کریں وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر فوراً اور بلا تاخیر حاضر ہو جائیں۔ اور پیغمبر کے لیے انہیں اگر اپنی جان بھی قربان کرنا پڑے تو اس سے ہرگز گریز نہ کریں۔ اسی جذبہ اور اسی فعل کا نام "جہاد" ہے۔

اس ساری بحث کی تلخیص یہ ہوئی۔ کہ جب آیتِ ولایت میں لفظ "ولی" بمعنی دوست یا ناصر نہیں تو لامحالہ اس کا وہ معنی ہی درست قرار پائے گا۔ جو اہل تشیع کے ہاں مسلّم ہے۔ یعنی سرپرست و متصرف مطلب یہ ہوگا کہ سوائے اس کے نہیں کہ تمہارا سرپرست اور تمہارے جملہ امُور میں حق تصرف رکھنے والا خدا ہے اور اس کا رسُول اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں درآنحالیکہ وہ حالتِ رکوع میں ہیں۔

آخر میں وہ لوگ کہ جنہیں حضرت علی علیہ السلام سے کوئی خاص حلقۂ عقیدت نہیں یہ کہہ کر مغالطہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ آیت میں مستعمل الفاظ "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ" جمع کے صیغوں پر دلالت کرتے ہیں۔ اس لیے اس آیت کا شانِ نزول کسی ایک شخص کے حق میں ماننا درست

نہیں۔ دراصل یہ استدلال بھی ان کے لیے کارآمد نہیں۔ اوّل تو قرآن مجید میں ایسے کئی نظائر موجود ہیں کہ وہاں صیغے جمع کے لائے گئے ہیں اور مراد کوئی مخصوص ذات ہے۔ چند ایک مثالیں ملاحظہ ہوں۔

پہلی مثال — آیتِ مباہلہ

وَنِسَآءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ

(پ ۳ آلِ عمران آیت ۶۱)

میں تمام صیغے جمع کے ہیں۔ مگر نِسَآءَنَا کے ذیل میں ایک ہی خاتون یعنی حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور اَنْفُسَنَا کے تحت حضرت امیر المومنین علیہ السلام تشریف لے گئے۔

دوسری مثال

ذاتِ واجب الوجُود نے اپنے لیے بھی جمع کے صیغے استعمال کیے ہیں۔

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

(پ ۱۴ الحجر آیت ۹)

یقیناً ہم نے ہی ذکر کو نازل کیا اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اس آیت میں الفاظ "اِنَّا" "نَحْنُ" "نَزَّلْنَا" "لَحٰفِظُوْنَ" تمام صیغے ہی جمع کے لائے گئے ہیں۔ مگر مراد اس سے جمع نہیں، بلکہ واحد اور احد ہے

تیسری مثال

"فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ ۚ"

(پ ۶ المائدہ آیت ۵۲)

اے رسولؐ! تو ان لوگوں کو جن کے دلوں میں مرض ہے دیکھتا ہے کہ وہ ان کے بیچ سُرعت سے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں، کہ کہیں ہم پر کوئی گردش نہ آپڑے۔

یہاں بھی "الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ" جمع کے صیغے ہیں۔ جب کہ آیت عبداللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

چوتھی مثال

"الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝"

(پ ۳ آل عمران آیت ۱۷۳)

وہ لوگ جن کو آدمیوں نے کہا کہ یقیناً تمہارے (ساتھ لڑنے کے) لیے لوگ جمع ہوئے ہیں۔ پس تم ان سے ڈرو۔ (مگر) اس (بات) نے ان کے ایمان میں اضافہ کر دیا۔ اور انہوں نے (ڈرنے کی بجائے)

کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہت بہتر وکیل ہے۔

اب اس آیت میں بھی جمع کے صیغے لائے گئے ہیں۔ مگر مفسرین نے "الَّذِينَ" سے مراد ایک ہی شخص نعیم بن مسعود کو لیا ہے۔

پانچویں مثال

"يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝"

(پ ۱۸ المؤمنون آیت ۵۱)

اے رسولو! تم پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور اعمال صالح بجا لاؤ۔ اور میں ان سب اعمال کا جاننے والا ہوں جو تم بجا لاتے ہو۔

اس چھوٹی سی آیت میں چار الفاظ جمع کے صیغوں میں لائے گئے ہیں۔! "الرُّسُلُ" "كُلُوا" "اعْمَلُوا" "تَعْمَلُونَ" اور خطاب "يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ" اے رسولو! کا مطلب تو یہ ہونا چاہیئے کہ حضورؐ کے زمانہ میں خصوصاً نزولِ آیت کے وقت کم از کم تین یا اس سے زیادہ رسولوں کی موجودگی پر ایمان رکھا جائے تاکہ خطاب بصیغہ جمع پر حرف گیری نہ ہو سکے۔ مگر اس کو ماننے پر کوئی مسلمان بھی تیار نہیں وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ خطاب اگرچہ جمع کے صیغوں میں کیا گیا ہے۔ مگر اس کے مخاطب صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ چنانچہ تفسیر "فتح القدیر" میں ہے۔

"هذه مخاطبة الرسول الله صلى الله عليه

وَاٰلِہٖ وسلم۔ (تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۴۸۶)

اس آیت میں صرف حضورؐ سے خطاب کیا گیا ہے۔

اور علامہ علاؤ الدین الخازن بغدادی لکھتے ہیں۔

"اراد بالرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(تفسیر خازن جلد ۳ ص ۳۰۶)

کہ لفظ "رُسل" جمع ہے، مگر مراد اس سے تنہا حضورؐ ہیں۔

اس مختصر گفتگو کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضورؐ کے وقت کوئی دوسرا رسُول نہیں۔ اور مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ کے مطابق بعد میں کسی نئے رسُول کو مبعوث نہیں ہونا اور سابقہ مرسلین میں سے کوئی اس خطاب میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ آیت میں خطاب کے بعد کہا گیا ہے "کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا" پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور اعمال صالحہ بجالاؤ یہ خطاب تکلیفی ہے اور تکلیفی خطاب میں دُنیا سے گزر جانے والوں میں سے کوئی شامل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا نتیجہ یہی نکلا کہ خطاب اگرچہ بصیغہ جمع ہے (مگر مراد اس سے ایک ہی ذات ہے) جو ہم سب کا رسولؐ ہے۔

چھٹی مثال

"اَلَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَاءُ" (پ۴ آل عمران ۱۸۱)

یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں، کہ خدا فقیر ہے اور ہم غنی۔

اَلَّذِیْنَ قَالُوْا جمع کے صیغے ہیں۔ مگر یہ بات کہنے والا ایک ہی شخص

حی بن اخطب ہے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۲۹۴ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۳۴)

ساتویں مثال

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ نَارًا" (پ۴ النساء آیت ۱۰)

جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ گویا اپنے شکموں میں آگ بھرتے ہیں۔

یہاں بھی صیغے جمع کے۔ مگر مقاتل بن حیان کا کہنا ہے کہ یہ آیت فرد واحد مرثد بن زید الغطفانی کے حق میں نازل ہوئی تھی (تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۵۳)

آٹھویں مثال

"وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً"

(پ ۱۴ النحل آیت ۴۱)

اور وہ لوگ جنہوں نے خدا کی راہ میں ہجرت کی بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ ہم ضرور انہیں دُنیا میں اچھی جگہ دیں گے۔

یہاں بھی صیغے جمع کے ہوئے باوجودیکہ اس آیت کا نزول ابی جندل بن سہیل العامری کے بارے میں تسلیم کیا جاتا ہے۔

(تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۱۳۳)

نویں مثال

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ۔

(پ ۲۲ فاطر آیت ۲۹)

اور وہ لوگ جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور انہوں نے نماز قائم کی اور ہمارے دیئے ہُوئے رزق میں سے خرچ کیا۔

اس میں بھی صیغے جمع کے استعمال کیے گئے۔ مگر اس کا نزول "حصین بن مطلب بن عبد مناف" کے حق میں مانا جاتا ہے۔

(الاصابہ ج۱ ص۳۳۶)

دسویں مثال

یَسْتَفْتُوْنَکَ ط قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ ط"

(پ۶ النساء آیت نمبر ۱۷۶)

وہ تم سے فتوٰی چاہتے ہیں۔ کہہ دو! کہ اللہ تم کو کلالہ کے بارے میں فتوی دیتا ہے۔

یہاں مسئلہ پوچھنے والوں کو بصیغہ جمع ظاہر کیا گیا ہے۔ جب کہ پوچھنے والا حقیقت میں ایک شخص "جابر بن عبداللہ انصاری" تھے۔

(تفسیر قرطبی ج۶ ص۲۸، تفسیر خازن ج۱ ص۴۴)

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

اس اصولی بحث سے فارغ ہونے کے بعد ہم اس آیۂ مجیدہ کا شانِ نزول ان محدثین و مفسرین کی زبانی عرض کرتے ہیں۔ جو نہ صرف عُلماء ہیں بلکہ مسلک اہلِ سُنت کے ترجمان ہیں۔ اور سُنی بھائیوں میں ایک خاص مقام کے حامل ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کہ یہ حضرات سُنی فلکِ عظمت کے نیّرِ تاباں ہیں۔

اور پھر کس قدر قابلِ افسوس ہے یہ بات کہ جو لوگ ہر آیت کی شانِ نزول بیان کرتے نہیں تھکتے۔ وہ جب کسی آیت کا نزول شانِ حضرت علیؑ میں دیکھتے ہیں تو اس میں مغالطہ پیدا کرنے کیلیئے کبھی صرف و نحو کا سہارا لینا شروع کر دیتے ہیں اور کبھی دوسرے حیلے اور بہانوں کو بروئے کار لاتے ہیں مگر فریب بہرحال فریب اور کذب بہرطور کذب ہوتا ہے تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ قرآن کے معاملہ میں اہلِ بیت کے خلاف جب کبھی ایسی سازش کی گئی تو حق پرستوں کی ایک ہی ضربِ صداقت سے سازش بے نقاب ہو کر رہ گئی۔ تحریر کا میدان ہو یا تقریر کا۔ ایسا کونسا موقعہ ہے۔ جب محبّانِ اہلِ بیتؑ نے فریب و مکر کا تعاقب نہ کیا ہو۔ اور ایسا کونسا فن ہے جس میں موالیان اہلِ بیت نے اپنا سکہ منواتے ہُوئے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نہ کر دکھایا ہو، فلسفہ و منطق ہو کہ علم کلام، صرف و نحو ہو کہ معانی و بیان، غرضیکہ علم و دانش کے ہر میدان میں مخالف کو پسپا ہونے پر مجبور کرتے رہے ہیں۔ الحمد للہ! کہ آج بھی ہمارے ہاتھوں میں وہی عَلَم ہے، جو ہمارے پیشروؤں کے ہاتھوں

میں رہا ہے۔ لہٰذا آج بھی ہر مخالف ہمیں ہر محاذ پر سینہ سپر پائے گا۔

آیتِ ولایت کے سلسلہ میں مجھے آخر میں ایک بات کہنا ہے اور وہ یہ کہ اس آیت میں مومنین کی نشاندہی "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ" کہہ کر کی گئی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ مومن ہیں کون؟ تو آیت کے اگلے ٹکڑے نے صاف طور پر ان کا پتہ دے دیا ہے۔

"یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ"۔

جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

اور تاریخ کسی ایسے شخص کا پتہ نہیں دیتی، جس نے حالت رکوع میں انگشتری دی ہو سوائے حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے۔

چنانچہ مشہور محدث و مفسر علامہ ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المتوفی ۳۶۹ھ اس ضمن میں لکھتے ہیں۔

"نَزَلَتْ فی علی ابن ابی طالب۔"

(تفسیر القرطبی الجزا لسادس ص۲۲۱ مطبوعہ مصر)

کہ یہ آیت حضرت علیؑ ابن ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔

اور اس کے آگے اس کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

وَ ذٰلِكَ ان سائِلاً سَالَ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یعطہ احد شیئًا وکانَ علی فی الصّلوٰۃ وفی الرّکوع فی یمینہ خاتم فاشار الی السائل (بیدہ) حتی اخذہ" (الفاظ ۲۲۱)

کہ اس کی شانِ نزول یہ ہے۔ کہ ایک سائل نے مسجدِ نبوی میں آکر سوال کیا مگر کسی نے بھی اس کو کچھ عطا نہ کیا اور حضرت علی اس وقت نماز کی حالت رکوع میں تھے اور ان کے دائیں ہاتھ میں انگشتری تھی۔ انہوں نے سائل کو اپنے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا تو سائل نے آپؑ کی انگلی سے انگشتری اتار لی۔

اس کے علاوہ مجدد اہل سنت مشہور مفسر و مورخ علامہ جلال الدین سیوطی نے اس سلسلہ میں مختلف روایات کو اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ ان میں سے ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں۔

واخرج الخطیب فی المتفق عن ابن عباس قال تصدق علی بخاتمہ وھو راکع فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم للسائل من اعطاك ھذا الخاتم قال ذاك الرّاکع فانزل اللہ انما ولیکم اللہ وَرَسُوْلُہ۔ (تفسیر الدر المنثور ج ۲ ص۲۹۳ مطبوعہ مصر)

خطیب نے متفق میں عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے حالتِ رکوع میں انگوٹھی تصدق کی۔ حضورؐ نے سائل سے پوچھا کہ تجھے یہ انگوٹھی کس نے دی تو اس نے حضرت علیؑ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ جو رکوع میں ہے اس نے مجھے انگوٹھی دی ہے، پس اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت "اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ" نازل فرمائی۔

مندرجہ ذیل مفسرین نے بھی اس آیت کا نزول حضرت علی کی شان میں تسلیم کیا ہے۔

(۱) محمد بن احمد انصاری القرطبی المتوفی ۳۶۹ھ کی تفسیر "الجامع الاحکام القرآن" المشہور تفسیر القرطبی الجزء السادس ص ۲۲۱ مطبوعہ مصر۔

(۲) ابوبکر احمد بن علی المتوفی ۳۷۰ھ۔ کی تفسیر احکام القرآن ج ۲، صفحہ ۵۴۳ طبع مصر۔

(۳) علامہ محدث قاضی محمد بن علی شوکانی المتوفی ۱۲۵۰ھ، کی تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۵۰ طبع مصر۔

(۴) احمد بن یوسف اندلسی المتوفی ۷۵۴ھ کی تفسیر البحر المحیط ج ۳ ص ۵۱۳۔ طبع مصر۔

(۵) ابو الفداء اسماعیل بن عمر دمشقی المتوفی ۷۷۴ھ "تفسیر ابن کثیر" جلد ۲ ص ۷۱، طبع مصر۔

(۶) ابو جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ۔ تفسیر الطبری جلد ۶ ص ۱۶۵ طبع مصر۔

(۷) علاؤ الدین علی بن محمد الخازن خطیب بغدادی المتوفی ۷۴۱ھ، کی تفسیر خازن جلد ۱ ص ۴۷۵ طبع مصر۔

(۸) علامہ جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی ۵۳۸ھ۔ تفسیر الکشاف جلد ۱ ص ۳۴۷ طبع مصر۔

(۹) علامہ رشید رضا مصری المتوفی ۱۳۵۴ھ "تفسیر المنار" جلد ۶ ص ۴۴۲ طبع مصر

(۱۰) ابو الحسن علی بن احمد نیشاپوری المتوفی ۴۶۸ھ اسباب النزول ص ۱۳۳ طبع بیروت۔

(۱۱) شہاب الدین محمود آلوسی المتوفی ۱۲۷۰ھ، تفسیر روح المعانی جلد ۶ ص ۱۴۹ طبع قاہرہ۔

(۱۲) نظام الدین نیشاپوری۔ تفسیر غرائب القرآن پ ۶ المائدہ ص ۱۱۶

دربار نبوی کے شاعر حضرت حسان کا شعری کلام بھی ملاحظہ کرتے چلیں، جس میں آپ نے بھی آیتِ ولایت کا نزول شانِ امیر المومنینؑ میں تسلیم کیا ہے، اور فرمایا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مولائے کائنات نے حالتِ رکوع میں سائل کو انگوٹھی عطا فرمائی تھی۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

ابا حسن تفدیک نفسی و مہجتی
و کل بطیء فی الہدی ومسارع

ایذہب مدحی والمحبو ضایعًا
وما المدح فی جنب الالہ بضایع

فانت الذی اعطیت اذ کنت راکعًا
فدتک نفوس القوم یا خیر راکع

فانزل فیک اللہ خیر ولایۃ
وبینہا فی محکمات الشرایع

(المناقب للخوارزمی ص ۱۸۶)

اس کے علاوہ بھی حوالوں کے انبار لگائے جا سکتے ہیں، لیکن چونکہ اس سے

بے جا طوالت ہوگی۔ اس لیے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اور پھر کسی چیز کے اثبات کے لیے اتنا کچھ ناکافی بھی تو نہیں۔

عام طور پر تو یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ کسی آیت کے شانِ نزول کی کوئی ایک روایت بھی مل گئی قطعِ نظر اس کی سندی حیثیت اور الفاظِ روایت کی بنا کی کے اسے بلا تاخیر نہ صرف قبول کر لیا جاتا ہے۔ بلکہ اسے اپنے نظریے کی بنیاد قرار دے دیا جاتا ہے۔ مگر یہاں اس آیت کی تفسیر بزبانِ رسالت مآبؐ بھی ہے اور پھر محدثین و مفسرین کی قابل قدر جماعت نے اسے اپنی تصانیف میں پوری تفصیل کے ساتھ درج بھی کیا ہے۔ اس طرح اور اس انداز سے کہ اسے تواتر کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ ان حالات میں اس کا انکار روزِ روشن کے انکار کے مترادف ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی طرف سے بھی اس کا انکار نہ ہو سکا۔ سوائے چند ایک ان لوگوں کے کہ جن کے اندر ناصبیت کے جراثیم اور خارجیت کے اجزا پائے جاتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ناصبیوں اور خارجیوں سے تو ہمیں کوئی سروکار ہی نہیں۔ ہمارے مخاطب تو وہ احباب ہیں جو دولتِ ایمان سے مالا مال اور حقائق کے پرستار ہیں۔

جب یہ بات ہر لحاظ سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکی کہ آیتِ ولایت میں جہاں خدا اور رسولؐ کی ولایت کا تذکرہ ہے، ان کے بعد جس تیسرے ولی کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد مولائے کائنات امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب ہیں۔ اور یہ کہ آیت زیرِ بحث میں "ولی" سے مراد وہ ذات ہے جس کو موالیوں کے امور میں حق تصرف حاصل ہو۔ اور سب سے اہم یہ کہ "اللہ، رسولؐ اور حضرت علیؑ

تینوں کے لیے لفظ "ولی" ایک ہی استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں ولایت کے جو معنی خدا اور رسول کے لیے متصور ہوں گے وہی معانی حضرت علیؑ کے لیے متصور ہوں گے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آیت میں " ولیکم " تمہارا ولی" اس "کم"۔ (تمہارا) کے جو حدود ذاتِ واجب الوجود کے لیے ہیں وہی رسول کے لیے اور وہی حضرت علیؑ کے لیے بھی متصور ہوں گے۔ اس سے حضرت علی علیہ السلام کے حدودِ ولایت کی وسعتوں کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔

ولایتِ مطلقہ کا ایک اور ثبوت

یہ بات متحقق ہے، کہ جمادات پر نباتات کو، اور نباتات پر حیوانات کو اور حیوانات پر انسان کو فضیلت و شرف حاصل ہے۔ اور بنی نوعِ انسان پر انبیاء علیہم السلام کو شرف و فضیلت حاصل ہے۔ جس کی ذاتِ واجب الوجود نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

" وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا
عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (پ ۷، انعام آیت ۸۶)

اور اسماعیل و یسع اور یونس و لوط اور تمام (انبیاء) کو ہم نے عالمین پر فضیلت عطا کی۔

اور انبیاء کی یہ فضیلت بقدر ان کی نبوت کی حدود کے ہے، جتنی جتنی ان کی نبوت کی حد ہے اتنا اتنا ان کا فضل و کمال ہے۔ اور تمام انبیاء کی نبوت بالاتفاق

جزدی اور محدود ہے، کوئی کسی قبیلہ کے لیے نبی ہے تو کوئی کسی کنبہ و قوم کے لیے نبی ہے، ان سب میں صرف ایک ہی ذات ہے جس کی نبوّت محیط ہے عالمین کو۔

حضورؐ افضل العالمین ہیں

قرآن مجید میں ہے

"تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا" (پ ۱۹ الفرقان آیت نمبر ۱)

بڑی برکت والی ہے وہ ذات جس نے نازل کیا فرقان اپنے بندے پر تاکہ وہ عالمین کے لیے ڈرانے والا (نبی) ہو

یہ آیت صاف طور بتا رہی ہے کہ حضورؐ کی نبوّت و رسالت کی حدود عالمین ہیں۔ یعنی کل عالمین زیر نبوّت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ کو کل عالمین پر فضل و کمال حاصل ہے اور انبیا میں ولایت چونکہ بقدر ان کی نبوّت کے ہے۔ لہٰذا یہی اصول یہاں بھی لاگو ہوتا ہے کہ حضورؐ کی نبوّت و رسالت چونکہ عالمین کے لیے ہے۔ اس لیے ان کی ولایت بھی عالمین کے لیے ہے اور عالمین کی ہر شے ان کی ولایت کے تحت ہے اس حقیقت کو "ولیّکم" سے بیان کیا گیا ہے۔

اور یہ لفظ "ولیّکم" صرف خدا اور رسولؐ کے لیے ہی بیان نہیں کیا گیا بلکہ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کو بھی اسی ایک لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔

لہٰذا جو حدودِ ولایت حضورؐ کی ہیں وہی حدودِ ولایت حضرت علیؑ کی ہیں

اور جو ولایت کا مفہوم و معنی خدا اور رسولؐ کے لیے طے پائے گا وہی معنی و مفہوم حضرت علیؑ کے لیے بھی متحقق و متصور ہوں گے۔ اور جس کو بھی جو کچھ ملے گا۔ وہ خدا سے ملیگا یا اس کے رسولؐ یا صاحب ولایت مطلقہ حضرت علی سے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس حقیقت کا اظہار یوں فرماتے ہیں۔

اُتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ۔

(بخاری جلد ۱ ص ۱۸۲)

مجھے تمام زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں اور پھر میرے ہی ہاتھ میں رکھی گئی ہیں۔

پھر اس کی تصریح مزید یوں بیان کی گئی ہے۔

"اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَیُعْطِی اللّٰہُ"

(بخاری جلد ۱ ص ۱۶ مسلم جلد ۱ ص ۳۳۳)

عطا کرتا خدا ہے اور تقسیم میں کرتا ہوں۔ یعنی عطائے خدا بدست محمد مصطفےٰؐ ہے۔

جسٹس پیر کرم شاہ کا موقف

حضورؐ کے اس فضل و کمال میں حضرت علیؑ بھی شریک ہیں۔ کیونکہ لفظ "ولیّکم" ایک ہی ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف شریعت کورٹ کے پیر جسٹس کرم شاہ نے شاہ اسمٰعیل شہید کی کتاب صراطِ مستقیم صفحہ ۸۰ کے حوالہ سے بایں الفاظ کیا ہے۔

" قطب و غوثیت و ابدالیت وغیرہا ہمہ از عہدِ کرامت مہد حضرت مرتضیٰ تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشاں است و در سلطنت سلاطین و امارت امرا ہم ہمت ایشاں را دخل است کہ بر سیاحین عالمِ ملکوت مخفی نیست۔

کہ مولیٰ علی کے زمانہ سے لے کر دنیا کے ختم ہونے تک قطبیت و غوثیت و ابدالیت اور دیگر مدارجِ ولایت سب آپ کے واسطہ سے عطا ہوتے ہیں۔ نیز شاہوں کی سلطنت اور امراء کی امارت میں بھی آپ کی ہمت کو بڑا دخل ہے۔ اور یہ حقیقت عالم ملکوت کے سیاحوں پر مخفی نہیں۔" (تفسیر ضیاء القرآن ج ۲ ص ۵۸۷)

میرے خیال میں اس کے بعد حضرت علی کی ولایتِ مطلقہ اور امورِ عالمین میں آپ کے تصرّف پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

تصرّفِ ولی کا ناطق ثبوت

حدیثِ قدسی میں ارشادِ باری ہے۔

" وَمَا زَالَ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ وَبَصَرُهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدُهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلُهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا

(بخاری جلد ۲ ص ۹۶۳)

اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے۔ حتیٰ کہ

میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب اسے محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا پھرتا ہے۔

اس میں ایک ولی کے کان۔ آنکھ، ہاتھ اور پیر کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ اعضاء گویا ولی کے نہیں خدا کے ہوتے ہیں اور اس کا سننا خدا کا سننا اس کا دیکھنا خدا کا دیکھنا بلکہ زیادہ جامع الفاظ میں ایک ولی کے ہاتھوں انجام پانے والے تمام امور کو خدا نے اپنی طرف نسبت دے کر جہاں ولی کی عصمت کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ وہاں اس کے تصرف فی العالمین کی نشاندہی کی ہے اور جب ایک ولی کی یہ شان اور عظمت ہے تو امام الاولیاء کی شان کیا ہوگی؟

ملائکہ نے عبادت انہی سے سیکھی

ملائکہ جو عبادت میں اپنی مثال آپ ہیں انہوں نے عبادت کا طریقہ انہی ذاتِ مقدسہ سے سیکھا۔ امام غزالی لکھتے ہیں۔

" وَهُمُ المبادی الاول یحق لهم ان یقولوا کنا اظلة عن یمین العرش فسبحنا فسبحت الملائكة بتسبیحنا و حقًّا قال لهم رقل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین)۔ (معارج القدس ص ۱۰۳)

ہر چیز کی ابتدا انہی سے ہوئی۔ اور انہیں یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے۔ کہ ہم میینِ عرش خدا کی تسبیح کرتے تھے اور ہماری تسبیح سے ملائکہ نے تسبیح کرنا سیکھا اور خدا نے ان سے بالکل حق کہا ہے، کہ اے حبیب! کہہ دیجیئے کہ اگر خدا کا کوئی بیٹا ہوتا (تو ہم سے مخفی نہ ہوتا) کیونکہ میں اول العابدین (عبادت کرنے والوں میں پہلا عابد) ہوں۔

حدیثِ قدسی میں ہے۔

" لولاک لما خلقت الافلاک "

اے حبیب! اگر تو نہ ہوتا، تو افلاک کو خلق نہ کرتا۔

(معارج المقدس ص۱۲۵، تفسیر کبیر ج۱ ص۲۱۴)

اور جب افلاک نہ ہوتے تو اس میں رہنے والے ملائکہ بھی نہ ہوتے۔ اور ملائکہ نہ ہوتے تو ظاہر ہے ان کی طرف سے کی جانے والی عبادت بھی نہ ہوتی۔ اس سے امام معصوم کے ارشادِ گرامی کا مفہوم پوری طرح اجاگر ہو جاتا ہے۔ کہ یہ ذوات مقدسہ ہوئے تو عبادتِ خدا ہوئی۔ اور اگر یہ نہ ہوتے تو عبادتِ معبود نہ ہوتی۔

تصرف ولی کا قرآنی ثبوت

اب چلتے چلتے تصرف ولی کا قرآنی ثبوت بھی سپرد قرطاس کیے دیتا ہوں قرآن مجید کے سورہ النمل میں ہے۔ کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ خبر ملی کہ ملک سبا پر ایک خاتون حکمرانی کر رہی ہے تو آپ نے اسے اسلام قبول کرنے

کے لیے طلب فرمایا۔ اس دوران آپؑ نے اہل دربار سے فرمایا۔

" اے لوگو! تم میں کون ایسا ہے۔ کہ وہ میرے حضور اس (ملکۂ سبا) کا تخت پیش کرے۔ قبل اس کے کہ وہ میرے سامنے فرمانبردار بن کر آئے "۔ (پ۱۹ النمل آیت ۳۸)

" قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ "

(پ۱۹ النمل آیت نمبر ۴۰)

اس شخص نے جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا۔ کہا کہ میں اس (تخت) کو آپ کے سامنے پیش کیے دیتا ہوں۔ پلک کے جھپکنے سے پہلے۔

اور پھر اس نے ایسا کر دکھایا۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اس شخص نے جس کا نام آصف برخیا بتایا جاتا ہے جو حضرت سلیمانؑ کا نائب و وصی تھا اور جس کے پاس " الکتاب " کا کچھ علم تھا۔ اس نے یہ محیر العقول واقعہ کر دکھایا۔ یہاں " الکتاب " کے ذیل میں مفسرین نے مختلف آراء پیش کی ہیں۔ لیکن اس سے مراد کچھ ہی ہو۔ اتنی بات تو مسلم ہے۔ کہ آصف برخیا جو نبی نہ تھے۔ مگر کتاب کا کچھ علم حاصل ہونے کی بنا پر اس ولایت تصرف کے حامل تھے جس کا عملی مظاہرہ انھوں نے سب کے سامنے کر دکھایا مگر اس کے مقابل میں قرآن ایک اور ذات کا تعارف بایں الفاظ کراتا ہے۔

" وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ
عِلْمُ الْكِتٰبِ ۠ (پ ۱۳ رعد آیت ۴۳)

کافروں کا کہنا ہے کہ آپ رسُول نہیں ہیں۔ آپؐ ان سے کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری رسالت کی) گواہی کے لئے خدا کافی ہے اور وہ شخص جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔

یہاں وہ شخص جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

(ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی جلد ۹ صفحہ ۳۳۶، تفسیر رُوح المعانی پ۱۳ الرعد ص۱۷۶)

جب کتاب کا کچھ علم ولایتِ تصرّف کا موجب و سبب بن سکتا ہے۔ تو پوری کتاب کا علم رکھنے والا ولایتِ تصرف کے کس درجہ پر فائز ہوگا۔ اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ اس ولایت کو ہمارے ہاں ولایت مطلقہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جسٹس پیر کرم شاہ، جج فیڈرل شریعت کورٹ نے شاہ اسمٰعیل دہلوی کی کتاب سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ جو ان ذواتِ مقدسہ کے تصرّف فی العالمین کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔

"وہم چنیں اصحاب ایں مراتب عالیہ و ارباب ایں مناصب رفیعہ ماذون مطلق در تصرف عالم مثال و شہادت می باشند۔"

(ضیاء القرآن جلد ۴ صفحہ ۵۸۸ بحوالہ صراط مستقیم صفحہ ۱۰۱)

یعنی اسی طرح ان عالی مرتبت (اولیاء کرام) کو عالم مثال و

شہادت میں تصرف کرنے کا مطلق اذن مرحمت ہو چکا ہے۔

امام اہلِ سُنت شیخ الہند مولانا محمود الحسن حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنا بایاں قدم رکاب میں رکھتے اور قرآن شریف پڑھنا شروع کرتے، داہنا قدم رکاب میں پہنچنے بھی نہ پاتا۔ کہ آپ پورا ختم فرمالیتے۔"

(مقدمہ قرآن صفحہ، مطبوعہ لاہور بحوالہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

پھر لکھتے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے، ملتزم سے باب کعبہ تک پہنچنے میں پورا قرآن شریف ختم کر لیتے۔ بعض سے رات دن میں ۱۰ یا ۱۵ ختم یا ستّر ہزار بھی مروی ہیں۔

(ایضاً صفحہ، بحوالہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ)

اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں۔

"حدیقہ ندیہ میں اس روایت کے بعد کہا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کے لیے یہ بات کچھ بعید نہیں۔"

(ایضاً صفحہ، سطر ۱۲ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ)

مولانا اللہ یار خاں اس سلسلہ میں رقم طراز ہیں۔

صاحبِ تفسیر مظہری نے سُورہ سبا کی تفسیر کے سلسلہ میں فرمایا ہے۔

"وَقَدْ یاتی علی بعض الاکابر برحالۃ یخرج فیہ من حیز الزمان فیری الماضی والمستقبل موجودًا عندہٗ۔"

"بعض اکابر (اولیاء) پر کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ قیدِ زماں سے آزاد ہو جاتے ہیں اور ماضی و مستقبل کو اپنے سامنے دیکھتے ہیں۔"

(دلائل السلوک ص۸۹ مطبوعہ لاہور)

اَب آیئے! قرآن مجید کی اس عظیم الشان آیت کی طرف جس میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗؕ وَ اللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِؕ" (پ ۶ المائدہ آیت نمبر ۶۷)

اے رسولؐ! پہنچا دو وہ جو خدا کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھ لینا، تم نے اس کی رسالت نہیں پہنچائی۔ اور اللہ تمہیں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

فخر اہلسنت امام فخرالدین الرازی اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"لما نزلت ہذہ الآیۃ اخذ بیدہ وقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ فلقیہ عمر رضی اللہ عنہ فقال: ھنیئًا لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولای ومولیٰ کل مومن ومومنۃ۔"

(تفسیر کبیر جلد ۱۲ صفحہ ۴۹ مطبوعہ مصر)

کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، تو حضورؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور کہا جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولیٰ ہے۔ خداوندا! جو علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علیؑ سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ۔ اس پر عمرؓ نے حضرت علیؑ سے کہا، مبارک ہو فرزند ابی طالبؑ! آج سے تو میرا بھی مولیٰ ہوا اور تمام مومنین و مومنات کا بھی مولیٰ ہوا۔

علامہ امام جلال الدین السیوطی بھی ابی سعید الخدری کی روایت لکھتے ہیں۔

"قال نزلت ہذہ الآیۃ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم غدیر خم فی علی ابن ابی طالب"

(تفسیر درمنثور جلد ۲ ص۲۹۸ مطبوعہ مصر)

کہ آیت "یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک" حضورؐ پر غدیر خم کے دن حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی شان میں نازل ہوئی تھی۔

اور یہی کچھ علامہ نیشاپوری بھی لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر غرایب القرآن ج۶ ص۲۳۳، اسباب نزول ص۱۳۵ طبع بیروت۔

یہ واقعہ کب اور کہاں پیش آیا؟ تو اس کا جواب امام سبط ابن الجوزی المتوفی ۶۵۴ھ سے سنیئے۔ موصوف رقم طراز ہیں۔

"اتفق علماء السیر علی ان قصۃ الغدیر کانت بعد رجوع النبی (ص) من حجۃ الوداع فی الثامن عشر

من ذالحجة جمع الصحابة وكانوا مائة وعشرين الفا وقال من كُنت مولاه فعلی مولاه۔

(تذکرۃ الخواص ص۳۰)

عُلما سیر کا اتفاق ہے کہ واقعہ غدیر حجۃ الوداع سے واپسی پر اٹھارہ ذی الحجہ کو پیش آیا۔ اس وقت ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ موجود تھے۔ اور حضورؐ نے فرمایا جس کا مَیں مولیٰ ہوں، اس کا علی مولیٰ ہے۔

امام ہمام ابوحامد الغزالی بھی لکھتے ہیں۔

" اس پر سب کا اجماع ہے۔ کہ حضورؐ نے غدیر خم میں فرمایا تھا جس کا مَیں مولیٰ ہوں اس کا علیؑ بھی مولیٰ ہے۔"

(سر العالمین مقالہ چہارم ص۹ مطبوعہ بمبئی)

ان شواہد کی روشنی میں یہ حقیقت تو بہرصورت مسلمہ ہے کہ آیت " بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ " میدان غدیر خم میں حجۃ الوداع سے مراجعت پر بروز اٹھارہ ذالحجہ کو نازل ہوئی۔ اور اس آیت میں موجود حکم خداوندی کے تحت آپؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اٹھایا اور فرمایا۔

جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔

لفظ مولیٰ پر علماء نے بہت بحثیں کی ہیں۔ اور اس پر طبع آزمائی کی ہے۔ میں تو اس مقام پر فقط یہ کہنا مناسب سمجھوں گا۔ کہ اس پر زیادہ بحث و تمحیص کی کیا ضرورت ہے کہ لفظ " مولیٰ " کا کیا معنی ہے؟ کیوں نہ لفظ " مولیٰ " کا معنی قرآن مجید سے ہی معلوم کر لیا جائے۔ کیونکہ یہ لفظ مختلف ضمیروں کے ساتھ قرآن میں کل ۲۲ بار استعمال ہوا

ہے تفصیل یہ ہے۔

لفظ مولیٰ سات بار۔ سورۃ الانفال آیت ۴۰، سورۃ الحج آیت ۱۳، ۷۸، سُورۃ الدُخان آیت ۴۱ (دو بار) سُورۂ محمدؐ آیت ۱۱ (دو بار) لفظ مَوْلَاکُمْ " پانچ بار اور سُورہ آل عمران آیت ۱۵۰، سُورۂ انفال آیت ۴۰۔

سورۃ الحج آیت ۷۸، سُورۂ الحدید آیت ۱۵، سُورۃ التحریم آیت ۲۔

لفظ مَوْلَانَا دو بار، سُورۃ البقرہ آیت ۲۸۶، سُورۃ التوبہ آیت ۵۱۔

لفظ " مَوْلَاهُ " دو بار، سورۃ النحل آیت ۷۶، سُورۃ التحریم آیت ۴۔

لفظ " مَوْلَاھُمْ " دو بار، سُورۃ الانعام آیت ۶۲ سُورۂ یونس آیت ۳۰۔

اسی طرح لفظ " موالی " دو بار، سورۂ نساء آیت ۳۳ اور سُورۂ مریم آیت ۵ میں اور لفظ " مَوَالِیْکُمْ " ایک بار سُورۃ لاحزاب آیت ۵ میں۔

اب جو کوئی بھی لفظ " مَوْلیٰ " کی تحقیق و تسلی کرنا چاہے وہ قرآن مجید کے ان مقامات سے بخوبی کر سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک شاعر کا یہ شعر دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔

عبث در معنی من کنت مولیٰ می روی ہر سو
علی مولیٰ باین معنی کہ پیغمبر بود مولیٰ

کہ لفظ " مولیٰ " کے معنی میں بحث و تمحیص فضول ہے، پیغمبر اعظمؐ نے فرمایا ہے، کہ جس کا مَیں مولیٰ ہوں۔ اس کا علی بھی مولیٰ ہے۔

تو اس سے بات ظاہر ہو گئی کہ علیؑ اسی معنوں میں مولیٰ ہیں جن معنوں میں حضورؐ مولیٰ ہیں۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں، کہ حضورؐ نے فرمایا۔

"یا ایّھا النّاس انّ اللہ مولای و انا مولی المؤمنین و انا اولیٰ بھم من انفسھم فمن کنت مولا فھذا مولاہ یعنی علیا" (الصواعق المحرقہ صفحہ ۴۲)

اے لوگو! اللہ میرا مولیٰ ہے اور مَیں مومنین کا مولیٰ ہوں اور مَیں ان کی جانوں پر (زندگی) پر ان سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہُوں پس جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ علی بھی مولیٰ ہے۔

بہرحال: لفظ مولیٰ کے ۲۷ معانی بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے جو بھی معنی ہوں یہ بات طے شدہ ہے کہ یہ لفظ "مولیٰ" مادہ "ولی" سے مشتق ہے، اور علامہ راغب کا کہنا ہے۔

"والولی والمولیٰ یستعملان فی ذٰلِکَ کُلِّ وَاحِدٍ منھا یقال فی معنی الفاعل ای الموالی و فی معنی المفعول ای الموالی۔" (مفرداتِ الفاظ القرآن ص۵۵۷)

"ولی" اور "مَولیٰ" دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ بات صرف یہ ہے۔ کہ کبھی یہ بصورتِ معروف استعمال ہوتے ہیں، جیسے "اَلمُوالی" اور کبھی بصورتِ مجہول، جیسے "الموالیٰ"

بہرحال مجھے سردست لفظ "مولیٰ" پر بحث مقصود نہیں۔ مجھے تو یہاں صرف یہ کہنا ہے کہ "مولیٰ" لفظ "ولی" سے مشتق ہے اور حضورؐ نے آیت "بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ" کے نزول کے فوراً بعد "مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ"

کے لفظوں کے اعلانِ ذیشان کے ہوتے ہی یہ آیت نازل ہوئی۔

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (پ۶ المائدہ آیت ۳)

آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا اور تمہارے لیے دینِ اسلام سے مَیں راضی ہوگیا۔

مفسرِ قرآن، محدث جلیل، امام اہلِ سُنّت علامہ الحافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں۔

"لمّا نصب رسول اللہ صلعم علیا یوم غدیر خم فنادی لہ بالولایۃ ھبط جبریل علیہ السّلام بھذہ الآیۃ الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ" (تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۵۹ مطبوعہ مصر)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے دن (اٹھارہ ذی الحجہ) علیؑ کو نصب کیا اور ان کی ولایت کا اعلان فرمایا۔ تو فوراً ہی جبریلؑ یہ آیت "الیوم اکملت لکم دینکم" لے کر نازل ہوئے۔

اس گفتگو سے ہر کوئی یہ بات اچھی طرح سے جان سکتا ہے کہ دونوں آیتیں "بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ" اور "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" میدان غدیرخم میں ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ کے دن نازل ہوئیں۔ جب کہ اہل تشیع کے ہاں حضورؐ کا انتقال ۲۸ صفر ۱۱ھ اور اہلِ سُنّت کے مطابق ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ

کو ہوا یعنی سن انتقال پر دونوں فرقوں کا اتفاق ہے۔ اختلاف صرف ۱۲ روز کا ہے۔

اگر اہل سُنت کی روایت انتقال کو ہی درست مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ واقعہ غدیر خم حضورؐ کی رحلت سے صرف ۲ ماہ ۲۴ دن پہلے پیش آیا۔ یعنی حضورؐ کی ظاہری زندگی کے بالکل آخری ایام میں۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت تک حضورؐ پورے کا پورا دین پہنچا چکے ہوئے تھے۔ توحید و قرآن اور تمام اصول و فروع دین۔ نہ صرف پہنچا چکے تھے۔ بلکہ ان پر عمل بھی کرا چکے تھے۔ آخر شریعت کا کونسا حکم تھا جس کو پہنچانا باقی تھا؟ تو یقیناً کوئی بھی کسی ایسے حکم کی نشاندہی نہیں کر سکتا اور اگر کوئی حکم رہ گیا ہوتا تو آپ نے "بلّغ ما اُنزِلَ اِلیک" کے نزول پر تو اسے پہنچا دیا ہوتا۔ مگر تاریخ متفق ہے کہ حضورؐ نے ایسا کوئی حکم نہیں پہنچایا۔ سوائے اعلانِ ولایت علیؑ کے اور اسی پر آیتِ تکمیل دین کا نزول ہوا۔ معلوم ہوا کہ خدا کو یہی اعلان کرانا مقصود تھا۔ اور اسی اعلان کے لیے فرمایا۔

"وان لم تفعل فما بلغت رسالتہٗ"

اگر تم نے یہ اعلان نہ کیا تو گویا رسالت کا کوئی کام نہ کیا۔

جب صورتِ حال یہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ ولایتِ علیؑ وہ حقیقت ہے کہ جسے اگر حبیبؐ کبریا نہ پہنچائے تو پورے دین کا پہنچانا کافی نہیں ٹھہرتا، پھر ایک کلمہ گو کے لیے باقی دین نافع کیونکر ہو سکتا ہے جب تک وہ اس ولایت کا اقرار نہ کرے۔ اور پھر یہ آیت تکمیلِ دین کا نزول بھی اس ولایت کے اعلان پر ہوا، جو اس امر کا صریح ثبوت ہے کہ دین بھی وہی مکمل جس میں ولایتِ علی ہو اور کلمہ و ایمان بھی وہی مکمل جس میں اقرارِ ولایت علیؑ ہو۔

کلمۂ ولایت

اَب مَیں ولایتِ علیؑ کے بارے میں سُنّی نقطۂ نظر کو پیش کرتا ہوں تاکہ ہمارے سُنّی بھائی بھی اس حقیقت سے آگاہ ہوسکیں کہ جس کی ولایت کے خلاف انھیں اُبھارا جاتا ہے۔ اس کی ولایت کے بارے میں ان کے اپنے محدّثین کیا کہتے ہیں۔

بعثتِ انبیاء ولایتِ علیؑ پر

ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

"لما اسری بی فی لیلۃ المعراج فاجتمع علی الانبیاء فی السماء فاوحی اللہ تعالیٰ الی سلھم یا محمد بما ذا بعثتم فقالوا بعثنا علی شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ وعلی الاقرار بنبوّتک والولایۃ لعلی ابن ابی طالبؑ" (ینابیع المودۃ جلد ۲ صفحہ ۶۲ مطبوعہ بیروت)

جب مجھے شب معراج آسمانوں کی طرف لے جایا گیا تو خدا نے وہاں انبیاء کو جمع فرمایا۔ اور مجھے وحی کی کہ اے محمدؐ! ان نبیوں سے پوچھو کہ ان کو کس شرط پر مبعوث برسالت کیا گیا۔ تو ان انبیاءؑ نے جواب دیا۔ کہ ہمیں نبی بنایا گیا۔ اللہ کی وحدانیت آپؐ کی نبوت اور ولایتِ علیؑ کی شہادت پر۔

دوسری روایت

قال رسول اللہ صلّی اللہ عَلَیہِ والہٖ وسلم لما عرج بی الی السّماء انتھی بی المسیر مع جبریل الی السّماء الرّابعۃ فرایت بیتا من یاقوت احمر فقال جبرئیل ھذا البیت المعمور قم یا محمد فصل الیہ قال

النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمع اللہ النبیین
فصفوا ورائی صفا فصلیت بھم فلما سلمت اتانی
آت من عند ربی فقال یا محمد ربک یقرئک السلام
و یقول لک سل الرسل علی ما ارسلتم من قبلک
فقلت معاشر الرسل علی ما ذا بعثکم ربی
قبلی فقالت الرسل عن نبوتک و ولایۃ علی ابن
ابی طالب وھو قولہ تعالیٰ واسئل من ارسلنا من
قبلک رسلنا) الآیۃ۔ (ینابیع المودۃ مطبوعہ بیروت جلد ا صفحہ ۸۳)

اس آیت کی یہی تفسیر مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

(۱) المناقب خوارزمی صفحہ ۲۲۱۔
(۲) تاریخ خمیس جلد ا صفحہ ۱۳۔
(۳) تفسیر الاتقان جلد ا صفحہ ۴۲، ۵۱، ۹۷۔

حضور فرماتے ہیں کہ شبِ معراج جب مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا۔ اور میں جبرئیل کی معیت میں آسمانِ چہارم تک پہنچا تو وہاں میں نے ایک گھر یاقوت کا بنا ہوا دیکھا اور حضرت جبرئیل نے کہا کہ یہ بیت المعمور ہے اور مجھے اس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خدا نے انبیاءؑ کو وہاں جمع کیا اور انہوں نے میرے پیچھے صفیں بنائیں، تو جب میں نے نماز ختم کر لی۔ تو مجھ سے کہا گیا کہ اے محمدؐ! تمہارا رب تجھ کو سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا

ہے۔ ان رسولوں سے پوچھو کہ تمہیں کس شرط پر نبی و رسول بنا کر بھیجا گیا (حضورؐ نے پوچھا) تو انہوں نے جواب دیا، کہ ہمیں مبعوث بہ نبوت اور مبعوث بالرسالت کیا گیا، آپؐ کی نبوت اور حضرت علیؑ کی ولایت پر یہی مطلب ہے۔ و اسئل من ارسلنا...
.....کا۔

تیسری روایت

علامہ حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ المتوفی ۴۳۰ھ حضورؐ کی یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔

" قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لیلۃ اسری
بی الی السماء جمع اللہ بینی وبین الانبیاء ثم قال
سلھم یا محمد علی ما ذا بعثتم علیہ؟ قالوا:
بعثنا علی شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وعلی الاقرار بنبوتک
وعلی الولایۃ لعلیؑ بن ابی طالب۔" (دلائل النبوۃ)

حضورؐ نے فرمایا، کہ شبِ معراج مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا اور خدا نے وہاں انبیاء کو جمع کیا۔ تو مجھے فرمایا، کہ اے محمدؐ! ان انبیاء سے پوچھو کہ انہیں کس شرط پر مبعوث بہ رسالت کیا گیا تو تمام انبیاء نے جواب دیا، کہ خدا نے ہمیں مبعوث کیا ہے۔ شہادتِ توحید، اقرارِ نبوت اور ولایتِ علیؑ پر۔

ہدایت سے مراد ولایتِ علیؑ

"قولہ تعالیٰ" وانی لغفار لمن تاب و امن وعمل صالحًا
ثمّ اھتدی"۔ قال ثابت البنانی اھتدی الیٰ ولایۃ
اھل بیتہٖ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(الصواعق المحرقہ مطبوعہ ایران ص۱۵۳)

قولِ باری (آیت) "اِنّیْ لغفار ......" مَیں بخشنے والا ہوں اسے
جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل صالح کرے اور پھر ہدایت کرتا
ہوں۔ ثابت البنانی کا کہنا ہے۔ اس ہدایت سے مراد ہے
اہل بیتِ رسولؐ کی ولایت کی طرف ہدایت کرتا ہوں۔
یہ ثابت البنانی وہی ہیں کہ جن کی روایت واقعہ شق صدر کو صحیح مسلم مسندِ
احمد اور ابن سعد وغیرہ میں لیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو سیرۃ النبی جلد ۳ ص۵۱۵)

عرش پر مکتوب کلمہ

ابن مسعود سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔
"لما خلق اللہ آدم و نفخ فیہ روحہ عطس فقال
الحمد للہ فاوحی الیہ انّک حمدتنی و عزتی و
جلالی لولا العبدان الاز ان اریدان اخلقھما ما
خلقتک قال الھی ایکونا منی قال نعم قال یا آدم

رفع بصرک فنظر فاذا مکتوب علی العرش لا الٰہ
الّا اللہ محمد رسول اللہ ھو نبی الرّحمۃ وعلی مقیم
الحجّۃ"۔ (ینابیع المودۃ ج۱ ص۱ مطبوعہ بیروت)

جب خدا نے حضرت آدمؑ کو خلق فرمایا اور اس میں رُوح پھونکی تو آدمؑ
نے کہا "الحمد للّٰہ" اس پر خدا نے حضرت آدمؑ کو وحی کی۔ کہ تو نے میری
حمد کی۔ اور مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم اگر مجھے اپنے دو بندوں
کی خلقت مقصود نہ ہوتی تو میں تجھے کبھی پیدا نہ کرتا۔ آدم نے عرض کیا
کہ اے میرے معبود! کیا وہ دونوں مجھ سے ہوں گے تو خدا نے فرمایا
ہاں۔ پھر حکم دیا۔ کہ اے آدمؑ! اپنی نگاہ اوپر اٹھاؤ۔ پس آدمؑ نے نگاہ
اوپر اٹھائی تو عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ لَا اِلٰہَ الّا اللہ محمّد رسول
اللہ وہ نبی رحمت ہیں اور علی مقیم الحُجّۃ۔

باب جنّت پر کلمہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لما عرج بی
الی السماء رایت علی باب الجنّۃ مکتوبًا لا الٰہ الّا
اللہ محمد رسول اللہ علی حبیب اللہ" (المناقب ص۲۱۴)
حضورؐ فرماتے ہیں کہ جب میں شب معراج آسمانوں کی طرف بلند ہوا
تو میں نے باب جنّت پر لکھا ہوا دیکھا۔
"لَا الٰہ الا اللہ محمّد رسول اللہ علی حبیب اللہ"۔

اس سلسلہ کی دوسری روایت

عن جابر قال قال رسول اللہ (ص) یا علیؑ والذی نفسی بیدہ ان علی باب الجنۃ مکتوباً لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابی طالب اخو رسول اللہ (ص) قبل ان یخلق اللہ السمٰوٰت والارض بالفی سنۃ۔

(تذکرۃ الخواص ص۲۳ ینابیع المودۃ جلد ۲ ص۱۳ مطبوعہ بیروت)

یہی روایت الحافظ الموفق بن احمد الحنفی المعروف با خطب خوارزم نے اپنی کتاب "المناقب" میں لکھی ہے۔ (المناقب ص۸۵)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ! قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ باب جنت پر ارض و سما کی تخلیق سے ایک دو ہزار سال پہلے سے یہ لکھا ہوا ہے۔

"لآ الٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ"

اور اس روایت کو علامہ محب الدین طبری نے اپنی کتاب "الریاض النضرۃ" کے صفحہ ۱۶۸ پر بھی لکھا ہے۔

حضرت جبرئیلؑ کے پروں پر کلمہ

امام اہل سنت اخطب خوارزم لکھتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اتانی

جبرئیلؑ وقد نشر جناحیہ فاذا فی احدھما مکتوب لا الٰہ الا اللہ محمد النبی ومکتوب علی الاخر لا الٰہ الا اللہ علی الوصی۔ (المناقب ص۹)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حضرت جبرئیل میرے پاس آئے اور انہوں نے اپنے پَر پھیلائے۔ تو میں نے دیکھا کہ ایک پَر پر لکھا تھا۔ "لا الٰہ الا اللہ محمد النبی" یعنی کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور محمد اس کے نبی ہیں اور دوسرے پَر پر لکھا تھا لَا اِلٰہ الاَّ اللّٰہُ علی الوصی۔ یعنی نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور علی وصی رسول ہیں۔

حضرت صرصائیل فرشتہ کے پروں پر کلمہ

فنظر النبی فاذا بین کتفی صرصائیل لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابی طالب مقیم الحجۃ فقال النبی (ص) یا صرصائیل منذ کم کتب ھذا بین کتفیک فقال من قبل ان یخلق اللہ الدنیا باثنی عشر الف سنۃ۔

(مناقب ص۲۴۵)

رسالت مآب نے صرصائیل نامی فرشتہ کے شانوں کے درمیان دیکھا تو لکھا ہوا تھا۔

اس سلسلہ کی دوسری روایت

عن جابر قال قال رسول اللہ (ص) یا علیؑ والذی نفسی بیدہ ان علی باب الجنۃ مکتوباً لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابی طالب اخو رسول اللہ (ص) قبل ان یخلق اللہ السمٰوٰت والارض بالفی سنۃ"

(تذکرۃ الخواص ص۲۲ ینابیع المودۃ جلد ۲ ص۳۱ مطبوعہ بیروت)

یہی روایت الحافظ الموفق بن احمد الحنفی المعروف باخطب خوارزم نے اپنی کتاب "المناقب" میں لکھی ہے۔ (المناقب ص۸۷)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ! قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ باب جنت پر ارض و سما کی تخلیق سے ایک دو ہزار سال پہلے سے یہ لکھا ہوا ہے۔

"لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ"

اور اس روایت کو علامہ محب الدین طبری نے اپنی کتاب "الریاض النضرۃ" کے صفحہ ۱۶۸ پر بھی لکھا ہے۔

حضرت جبرئیلؑ کے پروں پر کلمہ

امام اہل سنت اخطب خوارزم لکھتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اتانی

جبرئیلؑ وقد نشر جناحیہ فاذا فی احدھما مکتوب لا الٰہ الا اللہ محمد النبی ومکتوب علی الاخر لا الٰہ الا اللہ علی الوصی" (المناقب ص۹۰)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حضرت جبرئیل میرے پاس آئے اور انہوں نے اپنے پَر پھیلائے۔ تو میں نے دیکھا کہ ایک پَر پر لکھا تھا۔ "لا الٰہ الا اللہ محمد النبی" یعنی کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور محمد اس کے نبی ہیں اور دوسرے پَر پر لکھا تھا لا الٰہ الا اللہ علی الوصی" یعنی نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور علی وصی رسول ہیں۔

حضرت صرصائیل فرشتہ کے پروں پر کلمہ

فنظر النبی فاذا بین کتفی صرصائیل لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ابن ابی طالب مقیم الحجۃ فقال النبی (ص) یا صرصائیل منذ کم کتب ھذا بین کتفیک فقال من قبل ان یخلق اللہ الدنیا باثنی عشر الف سنۃ"

(المناقب ص۲۴۵)

سالت آپ نے صرصائیل نامی فرشتہ کے شانوں کے درمیان دیکھا تو لکھا ہوا تھا۔

"لا اله الا الله محمد رسول الله علی ابن ابی طالب مقیم الحجۃ"

اس پر حضورؐ نے فرمایا۔ کہ اسے صرصائیل! یہ عبارت تمہارے شانوں پر کب سے لکھی ہوئی ہے۔ تو اس نے عرض کیا کہ دُنیا کی خلقت سے بارہ ہزار سال قبل۔

حضرت مُوسیٰؑ کا مکتوب کلمہ

"ذکر ابن عساکر من طریق احمد بن محمد بن طاھر الانباری عن الحسن بن علی التمار عن علی بن مُوسیٰ قال: قال محمّد بن حماد اشخص ھشام بن عبد الملك من الحجاز الی الشام فاجرت بالبلقاء فرأیت جبلا اسود علیہ بالعبرانیہ باسمك اللّٰھم جاء الحق من ربك بلسان عربی مبین لا اله الا الله محمد رسول الله علی ولی الله وکتب مُوسیٰ بن عمران بیدہ"

(لسان المیزان ج ۵ ص ۱۳۲ طبع حیدر آباد)

ابنِ عساکر نے ذکر کیا ہے (اسناد روایت عبارت میں موجود ہیں) کہ محمد بن حماد کہتے ہیں کہ ہم نے بلقاء میں ایک پہاڑ دیکھا جس پر عبرانی زبان میں لکھا تھا کہ خدا کے نام سے۔ حق بزبان عربی اپنے رب کی طرف

سے آیا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علیؑ ولی اللّٰہ" اور اسے لکھا ہے مُوسیٰؑ بن عمران نے اپنے ہاتھ سے۔

حضورؐ نے صحابہؓ سے بیعت ولایت علیؑ پر لی

ولایتِ علی پر بیعت

عَنْ عتبہ بن عامر الجھنی قال بایعنا رسول الله علی قول لا اله الا الله وحدہ لا شریك لهٗ وان محمدًا نبیه و علیًا وصیه فای من الثلثة ترکناہ کفرنا (مودۃ القربیٰ ص ۴ طبع لاہور)

عتبہ بن عامر جہنی سے مروی ہے۔ کہ ہم نے اس قول پر حضورؐ سے بیعت کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور حضورؐ اس کے رسُول ہیں۔ اور علیؑ آنحضرت کے وصی ہیں۔ پس ان شرطوں میں سے کسی ایک کو اگر ہم ترک کردیں گے تو کافر ہوجائیں گے۔

زمانۂ رسُولؐ میں کلمہ

اس سے اس سوال کا جواب بھی مل جاتا ہے جو عام طور پر کیا جاتا ہے۔ کہ اگر کلمہ میں ولایت علیؑ کی شہادت اتنی ہی ضروری ہے تو زمانۂ رسالت میں اس کا وجُود کیوں نہ تھا؟ اب قارئین خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ اگر زمانۂ پیغمبرِ اسلام میں

اس کا وجود نہ ہوتا تو حضورؐ نے صحابہؓ سے بیعت اس پر نہ لی ہوتی، بلکہ راوی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ہم بیعت ہی شہادت توحید، شہادتِ رسالت اور شہادت ولایتِ علی پر کرتے تھے اور ان میں سے کسی شہادت کے ترک کو کفر جانتے تھے۔ معلوم ہوا کہ زمانۂ رسالت مآب میں یہی کلمہ جاری وساری تھا۔ جو اہلِ تشیع کے ہاں رائج ہے۔

حضرت مسلمؑ بن عقیلؑ نے جو کلمہ پڑھا

سُنی امام اور مُفتی اعظم قسطنطنیہ شیخ سلیمان الحنفی القندوزی لکھتے ہیں کہ حضرت مسلم بن عقیل علیہ السلام نے اپنی شہادت کے وقت یہ کلمہ پڑھا۔

"اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمّداً رسول اللہ و ان علیاً ولی اللہ ووصی رسولہ وخلیفتہٗ فی امتہ"

(ینابیع المودۃ ج ۲ ص ۹)

مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمّدؐ اللہ کے رسول ہیں اور علیؑ خدا کا ولی اور اُمتِ رسول میں رسول اللہ کا وصی اور اس کا خلیفہ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ اور ولایت علیؑ

امام اہل سنّت شیخ الحدیث الحافظ احمد محب الدین الطبری اپنی کتاب میں اپنی متقدم صحابی کی زبانی لکھتے ہیں۔

"لما حضرت عبداللہ بن عباس الوفاۃ قال اللھم انی اتقرب الیک بولایۃ علی بن ابی طالبؑ۔"

(الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۷۲)

حضرت عبداللہ بن عباس کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کہا، خدایا! مجھے اپنا تقرب ولایتِ علی کے صدقہ میں عطا فرما

راہب نے اسلام قبول کر کے جو کلمہ پڑھا

مولانا عبدالرحمٰن جامی لکھتے ہیں:

جس وقت آپ جنگ صفین میں مشغول تھے۔ آپ کے ساتھیوں کو پانی کی سخت ضرورت پڑی۔ لوگ دائیں بائیں دوڑے۔ لیکن پانی دستیاب نہ ہوا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے اپنی توجہ ایک کنویں سے ہٹائی تو لق ودق صحرا میں ایک کلیسا نظر آیا۔ آپ نے اس کلیسا میں رہنے والے سے پانی کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا: یہاں دو فرسنگ کے فاصلے پر پانی موجود ہے۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا: اے امیرالمومنینؑ! ہمیں اجازت دیجیے شاید ہم اپنی قوت ختم ہونے سے پہلے پانی تک رسائی حاصل کر لیں۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: اس کی کیا حاجت ہے؟ پھر آپ نے اپنے خچر کو مغرب کی طرف مہمیز لگائی اور ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہاں سے زمین کھودو۔ ابھی تھوڑی ہی زمین کھودی گئی تو نیچے سے ایک بڑا پتھر نکلا، جسے ہٹانے کے لیے کوئی ہتھیار بھی کارگر نہ ہو سکا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا: یہ پتھر پانی پر واقع ہے۔ ذرا ہمت کر کے اسے اکھاڑ پھینکو

آپ کے ساتھیوں نے ہر چند کوشش کی لیکن اسے اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے۔ اس پر جناب امیرؑ اپنے خچر سے نیچے تشریف لائے اور اپنی آستین چڑھا کر اپنی انگلیاں اس پتھر کے نیچے رکھ کر زور لگایا، اس پتھر کو پانی سے ہٹایا تو نیچے سے نہایت ٹھنڈا میٹھا اور صاف پانی نکل آیا۔ ایسا صاف کہ تمام سفر میں انہوں نے ایسا پانی نہ پیا تھا۔ سب نے پانی پیا اور جتنا چاہا بھر لیا، پھر حضرت امیر المومنینؑ نے اس پتھر کو اُٹھا کر چشمہ پر رکھ دیا اور فرمایا: اس پر خاک ڈال دو۔ جب راہبِ دَیر نے ان احوال کا مشاہدہ کیا تو کلیسا سے نیچے اتر کر حضرت امیر المومنینؑ کے حضور میں آیا اور سامنے کھڑا ہو کر پوچھا: کیا آپ پیغمبر و مُرسل ہیں؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا: نہیں۔

اس نے پوچھا: کیا آپ کوئی ملک مقرب ہیں۔

حضرت امیرؑ نے فرمایا: نہیں۔

اس نے پوچھا: پھر آپ کون ہیں؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا: میں وصی پیغمبر مُرسل جناب محمد بن عبداللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔

راہب کہنے لگا: ہاتھ بڑھایئے تاکہ مَیں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں۔

حضرت امیرؑ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو راہب نے کہا: اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ و اشھد انک علی وصی رسول اللہ۔"

بعد ازاں حضرت امیرؑ نے اس سے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے کہ تم مُدت سے

اپنے دین پر کاربند تھے اور اب تم ایمان لے آئے ہو؟

اس نے کہا: اے امیر المومنینؑ! اس کلیسا کی بنیاد اس پتھر ہٹانے والے کے لیے تھی، مجھ سے پہلے کئی راہب یہاں رہتے رہے ہیں، کیونکہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے اور اپنے عُلماء سے سُنا ہے کہ اس جگہ پر چشمہ ہے اور اس پر ایک نادیدہ پتھر ہے، جسے کسی پیغمبر یا وصی پیغمبر کے سوا کوئی اکھاڑ نہ سکے گا۔"

(شواہد النبوت ص۲۸۶)

راہب کا بغیر کسی کے بتائے ہوئے یہ کلمہ پڑھنا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کلمہ اس وقت اس قدر رائج اور جاری و ساری تھا کہ راہب کو اس کے لیے کسی سے رہنمائی لینے کی بھی ضرورت نہیں پڑی۔

کلمہ ولایت کی برکت سے نجات

علامہ ابن حسنویہ حضورؐ کی ایک حدیث کو بایں الفاظ لکھتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الٰہ الا اللہ تفتحت لہ ابواب السماء ومن تلاھا بمحمد رسول اللہ تھلل وجہ الحق سبحانہ واستبشر بذالک ومن تلاھا بعلیؑ ولی اللہ غفر اللہ ذنوبہ ولو کانت بعدد قطر المطر۔"

(بحر المناقب ص۔۔)

حضورؐ نے فرمایا کہ جس نے "لا الٰہ الا اللہ" کہا، اس کے لیے

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جس نے محمدؐ رسول اللہ پڑھا۔ خدا اسے بشارت جنت دیتا ہے۔ اور جو علیؑ ولی اللہ کہتا ہے، تو خدا اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ چاہے وہ گناہ بارش کے قطروں کی مانند کثیر ہوں۔

محشر میں ولایت علیؑ کا سوال ہوگا

"عن ابی سعید الخدری ان النبی صلّی اللہ علیہ وسلم قال وقفوھم انھم مسئولون عن ولایۃ علیؑ"۔ (الصواعق المحرقہ ص۱۴۹ مطبوعہ ملتان)

ابی سعید الخدری روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ (آیت قرآنی وقفوھم انھم مسئولون) انہیں روکو ان سے ابھی ایک سوال کرنا باقی ہے جس سے مراد ولایت علیؑ کا سوال ہے۔

مندرجہ ذیل کتابوں میں بھی اس حدیث کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

1. ینابیع المودۃ ص۱۱۲ جلد اول
2. مودۃ القربیٰ ص۹۲
3. منصب امامت ص۴۰
4. ریاض النضرہ ج ۲ ص۱۷۲

ولایت علیؑ اور پل صراط

حضورؐ نے فرمایا۔

" اذا جمع اللہ الاولین والآخرین یوم القیامۃ ونصب الصراط علی جسر جھنم ما جازھا احد حتّی کانت معہ براءۃ بولایۃ علی ابن ابی طالبؑ"۔

(الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷۲)

"خدا جب بروزِ قیامت تمام اوّلین و آخرین کو جمع کرے گا۔ اور پل صراط کو جہنم پر نصب کرے گا۔ تو اس پر سے کوئی ایک بھی پار نہیں کر سکے گا جب تک اس کے پاس ولایت علیؑ کا پروانہ راہداری نہ ہوگا۔"

علامہ ابن حجر مکی نے اسے اپنی کتاب "الصواعق المحرقہ" کے صفحہ ۱۲۶ پر اور علامہ اخطب خوارزمی نے "المناقب" کے صفحہ ۳۱ اور ۲۲۹ پر بھی اس روایت کو درج کیا ہے۔

دوسری روایت

حضور کا مشہور عام فرمان۔

لم یجز الصراط احد الا من کانت معہ براءۃ بولایۃ علیؑ ابن ابی طالب۔

(میزان الاعتدال ج ۱ صفحہ [illegible])

کہ کوئی ایک شخص بھی پُل صراط سے گزر نہیں سکے گا، جب تک اس کے ہاتھ میں ولایت علیؑ کا پروانہ نہ ہوگا۔

لوائے حمد پر مکتوب کلمہ

حضورؐ نے فرمایا

" علیؑ بن ابی طالبؑ امامی بیدہ لوائی وھو لواء الحمد مکتوب علیہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیؑ ولی اللہ " (ینابیع المودۃ ج۱ صفحہ ۸۲ مطبوعہ بیروت)

قیامت کے دن علیؑ ابن ابی طالب میرے آگے آگے ہوں گے اور ان کے ہاتھ میں میرا علم ہوگا جو لوائے حمد ہے اور اس علم پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہوگی۔

" لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ "

اِس سلسلہ کی دوسری روایت

لوائے حمد کے طول و عرض اور اس پر مرقوم عبارت کو امام اہلسنت علامہ سید علی ہمدانی کی کتاب "مودۃ القربیٰ" سے ملاحظہ کیجئے۔

لہ ثلث دوائبؑ دابۃ بالمشرق ودابۃ بالمغرب وثالثۃ فی واسط الدنیا مکتوبؑ علیہا ثلثۃ سطر السطر الاول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، وسطر الثانی الحمد للہ ربّ

العٰلمین والسطر الثالث لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ" (مودۃ القربیٰ ص۶۵)

لوائے حمد کا ایک سرا مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک وسط دُنیا میں ہوگا۔ اور اس پر تین سطریں لکھی ہوں گی۔

سطر اوّل پر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سطر دوم پر الحمد للہ ربّ العٰلمین

سطر سوم پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رسول اللہ علی ولی اللہ لکھا ہوگا۔

ابواب جنّت پر مکتوب کلمہ

محدث جلیل علامہ جمال الدین محمد بن احمد الحنفی الموصلی مشہور بہ ابن حسنویہ المتوفی سنہ ۶۸۰ھ عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ روایت لکھتے ہیں۔

کہ حضورؐ نے فرمایا کہ شب معراج مجھے جنّت کے آٹھ دروازے دیکھنے کا موقعہ ملا تو میں نے ہر دروازے پر

" لَا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیؑ ولی اللہ" لکھا ہوا دیکھا۔

(بحر المناقب ص۱۲۱)

برہانِ قاطع

آخر میں ایک حدیث پیش کرنا چاہتا ہوں اور قارئین کرام سے انصاف کے نام پر غور و فکر کی استدعا کرتا ہوں۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ شَہِدَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَنَّ عِیْسٰی عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ وَابْنُ اَمَتِہٖ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقَاھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ وَالْجَنَّۃُ وَالنَّارُ حَقٌّ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ عَلٰی مَا کَانَ مِنَ الْعَمَلِ۔ (متفق علیہ)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے گواہی دی کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ بے شک حضرت عیسیٰ اس کے بندے اور اس کے رسول اور اللہ کی لونڈی کے بیٹے اور اس کا کلمہ ہیں، جو اس نے مریمؑ کی طرف ڈالا۔ اور اس کی رُوح ہیں۔ اور یہ کہ جنّت اور دوزخ حق ہیں تو اللہ اُسے جنّت میں داخل کرے گا۔ چاہے جس عمل پر بھی تھا۔

شرح:۔ (وعن عبادۃ بن الصامت)

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (من شھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وان عیسٰی عبد اللہ ورسولہ۔) جس شخص نے گواہی دی کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے برحق رسول ہیں اور گواہی دے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بندہ ہونے کے اثبات میں نصاریٰ کا ردّ ہے (وابن امتہ) اور اس امر کی گواہی دے کہ حضرت عیسیٰ اللہ کی بندی مریم کے فرزند ہیں، عربی میں مرد کو عبداللہ اور عورت کو امۃ اللہ کہتے ہیں۔ اور مرد عورتیں سب کے سب اللہ کے غلام اور اس ذات پروردگار کے بندے ہیں ظاہر یہ ہے کہ ان الفاظ میں نصاریٰ کا ردّ اور اس کی تاکید ہے، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اس میں یہود کا ردّ بھی ہو سکتا ہے۔ ان الفاظ سے اصل مراد یہ ہے کہ اس ذات پاک کی جناب اس بہتان و گالی سے بری اور منزہ ہے جس کی یہود اس کی طرف نسبت کرتے ہیں (وکلمتہ القاھا الی مریم) اور عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف ڈالا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اس بنا پر کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت اسبابِ عادیہ اور باپ کی وساطت کے بغیر صرف کلمہ کن سے ہوئی۔ یا اس بنا پر کہ آپ نے گہوارہ میں صغر سنی میں کلام کیا۔ لہٰذا آپ اسم المتکلم کے مظہر کامل ہیں (وروح منہ) حضرت عیسیٰ جناب حق تعالیٰ کی طرف سے صادر ہونے والی رُوح

ہیں۔ آپ کو رُوح اللہ اس لیے کہتے ہیں کہ آپ نے مُردے زندہ کیے۔ مردہ دلوں
کو معنوی اور رُوحانی زندگی عطا کی۔ یا رُوح اللہ سے یہ مراد ہے کہ آپ ایسی صاحب
رُوح شخصیت ہیں، جسے بے وساطت اصل و مادہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت
سے وجود عطا کیا (والجنۃ والنار حقٌّ) اور اس بات کی گواہی دی کہ بہشت
اور دوزخ برحق ہیں (ادخلہ اللہ الجنۃ) تو اللہ تعالیٰ ایسے انسان کو ابتداً
یا بعد عذاب جنت میں داخل کرے گا۔ (علیٰ ما کان علیہ من العمل) وہ
وہ نیک یا بد جس عمل پر بھی ہو۔ یہ حدیث مذہب اہل سُنت وجماعت کی صریح
(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ [illegible] لاہور)
دلیل ہے۔
یہ تھی حدیث پیغمبرؐ اور اس کے ترجمہ و شرح کا فریضہ مولانا محمد سعید احمد نقشبندی
خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش لاہور نے انجام دیا ہے، جو حدیث کے صحیح ہونے
کی دلیل ہے۔
متن حدیث میں یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ جس نے یہ شہادت دی۔
" لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ وان محمداً عبدہٗ
ورسولہٗ وانّ عیسیٰ عبد اللہ ورسولہٗ "
تو خدا اسے ضرور جنت میں داخل کرے گا۔ چاہے اس کا عمل کیسا ہی کیوں نہ ہو
توجہ طلب امر تو یہ ہے۔ کہ شہادتِ توحید اور شہادتِ رسالت محمدؐ مصطفٰےؐ کے
بعد "اَنَّ عیسیٰ عبدُ اللہِ ورسُولُہٗ" کا اضافہ تو اہل اسلام کو گوارہ ہے۔ مگر
امام مہدی علیہ السّلام جو بالاتفاق قرب قیامت حضرت عیسیٰؑ کے امام ہوں گے
ان کے جد حضرت علیؑ کی ولایت کا اقرار طبائع نازک پر گراں گزرتا ہے۔ زبان سے

اظہارِ عقیدت اور عمل اس کے خلاف۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے، کہ ماجرا کیا ہے۔

حدیث زیرِ بحث کی شرح مندرجہ بالا میں "اَنَّ عِیسیٰ عَبْدُ اللہِ وَرَسُولُہٗ" کے اثبات میں کہا گیا ہے۔

"جس نے گواہی دی کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے برحق رسُول ہیں اور گواہی دے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بندے اور اس کے رسُول ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بندہ ہونے کے اثبات میں نصارٰی کا ردّ ہے۔"

تو اس کے جواب میں ہم بھی یہ کہہ سکتے ہیں۔ کلمہ میں ولایتِ علی کا اقرار اسلیے بھی ضروری ہے تاکہ ان لوگوں کی ردّ ہو جائے جو حضرت علی علیہ السّلام کو خدا سمجھتے ہیں

شرح حدیث کے اختتامی الفاظ یہ ہیں۔

"یہ حدیث مذہب اہل سُنت وجماعت کی صریح دلیل ہے۔"

اگر کلمہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ وَاَنَّ عِیسیٰ عَبْدُ اللہِ وَرَسُوْلُہٗ" مذہب اہل سُنت وجماعت کی صریح دلیل ہے تو پھر کلمہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللہِ" بھی مذہب اہل بیتؑ (شیعہ) کی حقانیت کا زندہ ثبوت اور مخالفین کے لیے برہان قاطع ہے۔

اور اگر کلمہ

" لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَنَّ عَلِیًّا عَبْدُ اللہِ وَرَسُوْلُہٗ "

جائز اور حق ہے۔

تو پھر کلمہ

"لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہ" کیوں جائز اور حق نہیں؟ جب کہ قرآنی آیات، احادیثِ مصطفویؐ اور فرامین ائمہ معصومینؑ بکثرت موجود ہیں، جن کا تذکرہ ہم کر آئے ہیں اور فریقین کے علمائے کرام، مفسرین عظام، محدثین و متکلمین کے مدلل تائیدی بیانات بھی ہمارے حق میں پائے جاتے ہیں جن سے ہم نے اپنی اس کتاب کے اوراق مزین کیا ہے۔ فتدبروا یا اولی الابصار

یہ تھے نظریات اہلِ سنت کے علمائے متقدمین کے درباب ولایت علیؑ علیہ السلام مقصد صرف یہ ہے کہ اپنے سُنی بھائیوں کے سامنے ولایت حضرت علی علیہ السلام کی اہمیت و آفاقیت کو ان ہی کے مقتدر علمار کی تحریروں کے حوالہ سے پیش کیا جائے۔ تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ اس سلسلہ میں ان کے اسلاف کے عقائد و نظریات کیا رہے ہیں؟ اور اگر آج کوئی شورش پسند مُلا اس کے خلاف عوام کو اُبھارتا اور پُر امن فضا کو مسموم کر کے مُلک کی سالمیت کو داؤ پر لگاتا ہے۔ تو عوام کے لیے ان کے ارادوں کو بھانپنا دُشوار نہ ہو۔ علامہ اقبال نے ایسے ہی شورش پسندوں کے لیے کہا تھا۔ ع دین مُلا فی سبیل اللہ فساد

ہم نے بہر حال ولایتِ علیؑ کے سلسلہ میں سارا معاملہ پوری شرح و بسط کے ساتھ قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے اور نتیجہ ان پر چھوڑ دیا ہے۔

اندازِ بیاں، گرچہ بہت شوخ نہیں ہے!
شاید کہ تیرے دل میں اُتر جائے میری بات

وما علینا الا البلاغ۔

★